اللہ
رسول
محمد

جنوری
2009ء

قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی

القرآن الکریم

ترجمہ

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

المُجَاھِدُ مَنْ جَاھَدَ نَفْسَہ' مُجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے (الحدیث)

ماہنامہ

الرشد

آؤ اس در پہ کبھی خود سے ملاقات کریں!

قرآن کریم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرزِ تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

ذاکرین کے اوصاف

رب کریم نے ذاکرین کی تعریف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہیں کوئی دنیوی کام یا کوئی دنیوی کاروبار اللہ کی یاد سے نہیں روک سکتا اور عبادات میں کوئی دنیوی کام آڑے نہیں آسکتا۔ یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اگر کوئی ترک دنیا کرے دنیا کو چھوڑ دے پھر تو وہ فارغ ہے جو چاہے کرتا رہے۔ خداوند عالم نے اپنے بندوں کی تعریف ہی یہ فرمائی ہے کہ یہ دنیا میں رہتے بستے ہیں دنیا کے کام کرتے ہیں معروف طریقے سے روزی کماتے ہیں اور تعلقات معاشرے میں ہر ایک کی حیثیت کے مطابق رکھتے ہیں یہ ساری مصروفیات انہیں اللہ کی یاد سے اللہ کے ذکر سے ذکر الٰہی سے نہیں روک سکتیں یہ سارے کام کرتے ہوئے پھر اللہ کا ذکر کرتے ہیں سب سے بہترین زندگی اور قابل تقلید زندگی اور مثالی زندگی آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے اور دنیا میں اور معاشرے کے ساتھ تعلقات میں حضور اکرم ﷺ نے معاشرے میں تمام لوگوں سے زیادہ تعلقات کو نبھایا جس کسی کو تھوڑا سا تعلق بھی حضور ﷺ سے حاضری کا یا ملاقات کا نصیب ہوا اسے اُس کی وہ عزت اُس کا وہ مقام آپ ﷺ کے ہاں باقاعدہ بحال رہا۔

جہاں آپ کی بچپن میں پرورش ہوئی اُس پورے قبیلے کی عزت فرمایا کرتے تھے اور آپ کے والدین کی طرف سے رشتہ داری مکہ کے سارے قبائل میں تھی تقریباً بارہ قبائل مکہ میں رہتے تھے اور سب کے ساتھ رشتہ داری تھی اسی طرح ننھال کی طرف جو رشتہ داری تھی اُن تمام حقوق کو نبھانے کے ساتھ ساتھ پھر ازواج مطہرات اور اُن کی رشتہ داریاں ان پورے تعلقات کے ساتھ ایک نئی ایسی ریاست کی تعمیر جس کا تصور بھی اُس ماحول اور اُس معاشرے اور اُس زمانے میں ممکن نہ تھا اور ایسی تعمیر جس میں الف سے لے کر "ی" تک چھوٹے سے لیکر بڑے تک تمام اصول تمام قوانین نئے سرے سے وضع کرنے پڑے اور جس کی فوج جس کی ریاست جس کا خزانہ جس کی پولیس تمام محکمہ بنانے پڑے زمین کے بیچ شرائع کے معاملات عدالتیں اس سارے کے ساتھ بین الاقوامی سطح پر دوسری حکومتوں کے ساتھ تعلقات جانے والی سفارتیں آنے والی سفارتیں تو آپ اگر ان تعلقات کی فہرست کو مطالعہ فرمائیں کہ یہ ایک معجزہ ہے نبی کریم ﷺ کا۔ کہ اللہ کے ایک بندے نے بیک وقت اتنے امور کس طرح سرانجام دیئے اور صرف سرانجام نہیں دیئے کسی کام کو نمٹا لینا یہ کام نہیں ہوتا کسی کام کو باحسن طریق پایہ تکمیل تک پہنچانا کام ہوتا ہے تو حضور اکرم ﷺ نے ان جملہ اُمور کو اس انداز میں کیا کہ ساری دنیا کے لئے وہ واجب التقلید ہیں۔

ماہنامہ المرشد

بانی	حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ
سرپرست	حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

جنوری 2009ء ذوالحجہ / محرم

جلد نمبر 30 | شمارہ نمبر 6

مدیر

چوہدری محمد اسلم

جوائنٹ ایڈیٹر: ضمیر حیدر

سرکولیشن منیجر: رانا جاوید احمد

کمپیوٹرائزنگ اینڈ آرٹ

رانا شوکت حیات، محمد ندیم اختر

قیمت فی شمارہ 20 روپے

LRL # 41

فہرست

اداریہ	محمد اسلم	3
کلام شیخ	سیماب اویسی	4
اقوال شیخ	انتخاب	5
طریقۂ ذکر	......	6
غزوۃ الہند اور اپنا محاسبہ	امیر محمد اکرم اعوان	7
ذکر الٰہی اور قرب الٰہی	امیر محمد اکرم اعوان	14
اللہ کا رسول رحمت مجسم	امیر محمد اکرم اعوان	19
اکرم التفاسیر	امیر محمد اکرم اعوان	25
سوال و جواب	امیر محمد اکرم اعوان	29
نومسلم برطانوی صحافی کا انٹرویو	نور اسلم خان	40
دنیا کو ہے پھر معرکہ روح و بدن پیش	اوریا مقبول جان	45
موت کا خوف کیوں؟	انور علی شاہ	48
Islam in Practical Life	امیر محمد اکرم اعوان	50-56

بدل اشتراک

پاکستان	250 روپے سالانہ
بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ۔ یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

انتخاب جدید پریس۔ لاہور 042-6314365 ناشر۔ عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن آفس = ماہنامہ المرشد اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ڈاکخانہ جوہر ٹاؤن لاہور فون 042-5182727

Web Site:- www.zikr-e-ilahi.com E-Mail:info@alikhwan.org.pk

رابطہ آفس = ماہنامہ المرشد اے۔ ٹی۔ ایم بلڈنگ بل کویان۔ سمندری روڈ فیصل آباد فون 041-2668819 Mob: 0346-5207282

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

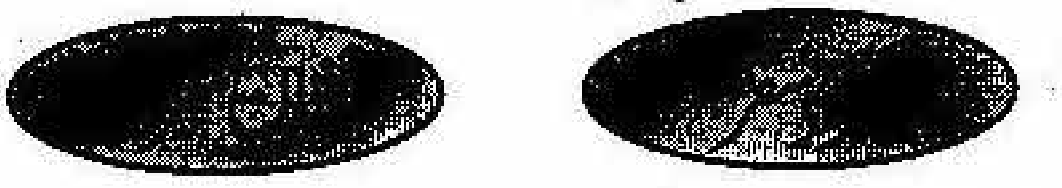

کونسی ایسی بات ہوئی ہے

سوچ سمندر

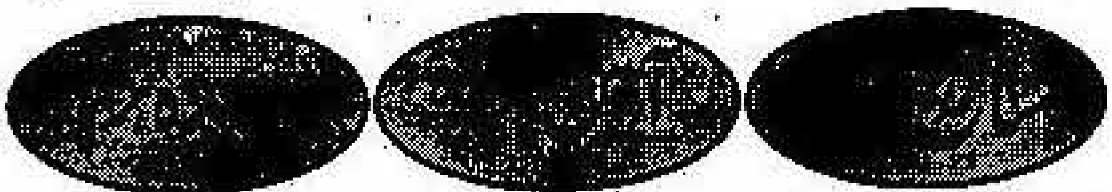

آپ کی شاعری کیا ہے؟

فرماتے ہیں۔

"میری شاعری میری کیفیات اور میرے جذبات کے اظہار کے علاوہ کچھ نہیں۔ یہ اشعار کیسے ہیں؟ ان کا معیار کیا ہے بلکہ یوں کہیے کہ یہ اشعار ہیں یا نہیں' اس کی مجھے خبر نہیں' اس لئے کہ میں نے یہ فن سیکھا ہے اور نہ اس کے اسرار و رموز۔ میں نے بہت سیکھا یا کم' سب کچھ محض اپنے عظیم شیخ کی توجہ اور نگاہ کا حاصل ہے۔

اگر ان اشعار میں واقعی کوئی کمال نظر آئے تو یہ اللہ کی عطا اور شیخ المکرم کا فیض نظر ہے اور اس کے سارے سقم کی ذمہ داری میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے۔

اللہ کرے میں جو چاہتا ہوں وہ کہہ سکا ہوں اور جو کہہ گیا ہوں وہ کسی کی سمجھ میں آسکے تو میں نے اپنا مقصد حاصل کر لیا کہ بندہ صرف بات پہنچا سکتا ہے باقی سب توفیقیں اللہ کو ہیں۔"

/ غزل /

میں اگر چاہوں بھی تو وہ بات نہ کہہ پاؤنگا
تو جسے میری زباں ہی سے سنانا چاہے

دل تو جلتا ہے تیرے ہجر میں برسوں سے مگر
تو اسے اور بھی شدت سے جلانا چاہے

ہم کہ جیتے ہیں تیری زلف کے قیدی بن کر
اس پر تُو طوق کے خم اور بڑھانا چاہے

ہم تجھے یاد دلاتے ہیں جو بیتی گھڑیاں
کیا اسی یاد کو تُو دل سے بھلانا چاہے

وہ کہ جس بات سے روٹھا ہے زمانہ مجھ سے
دل وہی بات زمانے کو سنانا چاہے

زاہد گوشہ نشیں نے مجھے پاگل جانا
دل اسے آج تیرے سامنے لانا چاہے

گھٹ کے مر جانے کا سیماب نہیں ہے قائل
سر ہتھیلی پہ ہے مقتل کو سجانا چاہے

اقوالِ شیخ

☆ ......دہشت گردی عذاب الٰہی ہے اور اس کا سبب قرآن وحدیث سے دور رہنے والے لوگ ہیں۔

☆ ......اُخروی فائدے کے لئے ایمان شرط ہے لیکن جو بھی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق عمل کرے گا اُسے دنیاوی فائدہ ضرور ہوگا۔

☆ ......یادِ الٰہی کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ بندہ کچھ دیر ذکر کرلے بلکہ اس سے مراد پوری انسانی زندگی کا رو بہ اصلاح ہونا ہے۔

☆ ......ایمان کی بنیاد ذکرِ الٰہی ہے یقین، اعتماد اور قلبی اطمینان یہ سب ذکرِ الٰہی کی بدولت نصیب ہوتے ہیں۔

☆ ......دعا کرتے رہنا انسانی ضرورت ہے، جتنی زیادہ دعا کی جائے گی اتنا زیادہ اللہ کا قرب نصیب ہوگا۔

☆ ......حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ عالی کو موضوعِ بحث بنانا بجائے خود گستاخی ہے، کسی پیمانے پر آپ ﷺ کی ذاتِ عالی کو موضوعِ بحث نہیں بنانا چاہئے۔

☆ ......حق وباطل کا معیار نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی شریعتِ مطہرہ ہے، آپ ﷺ کے بعد کسی کو حق نہیں کہ وہ کسی کو حق کہے یا باطل کہے۔

طریقہ ذکر

امیر محمد اکرم اعوان

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ اُس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز رہے اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ:- ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کیلئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پہ لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا کر ٹکرائے۔

غزوۃ الہند اور اپنا محاسبہ

روزمرہ کے حالات ہمیں دن بدن غزوۃ الہند کے قریب کر رہے ہیں لوگوں کے قول کے مطابق تو امریکہ سپر پاور ہے لیکن اس کی یہ بزعم خود سپر میسی بھی اب ٹوٹنے کو ہے میرا ذاتی خیال ہے کہ اب غزوۃ الہند سے پہلے امریکہ تقسیم ہو جائے گا۔ امریکہ میں وہ سکت اب نہیں رہی جس کے بل بوتے پر لوگ اسے سپر پاور کہتے تھے۔

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 30-11-2008

الحمدللّٰہ رب العٰلمین o

والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وّاٰلہٖ

واصحابہٖ اجمعین o

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰنِ الرجیم o

بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیمِ o

عن ابی ہریرہ قال وعدنا رسولُ اللہ ﷺ غزوۃ الھند فان ادرکتھا انفق فیھا نفسی وما لی فان اقتل کنتُ من افضل الشھداءِ وان ارجع فانا ابوھریرہ المحرَّر o

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا کہ ہند میں مسلمان جہاد کریں گے تو اگر وہ جہاد میرے سامنے ہوا تو میں اپنی جان اور مال کو اس میں خرچ کروں گا اگر مارا جاؤں گا تو سب سے افضل شہیدوں میں داخل ہوں گا اور جو زندہ رہوں گا تو میں وہ ابوہریرہ ہوں گا جو جہنم کے عذاب سے آزاد کر دیا گیا ہے۔

عن ثوبان مولیٰ رسول اللہ ﷺ قال "قال رسول اللہ ﷺ عصابتان من اُمتی احرزھما اللہُ من النار عصابۃٌ تغزو الھند وعصابتہ' تکون مع عیسیٰ بن مریم علیھما السلام"۔

حضرت ثوبانؓ جو غلام تھے حضور ﷺ کے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے "میری اُمت میں دو گروہ ہوں گے اللہ بچا لے گا اُن کو دوزخ سے ایک اُن میں جہاد کرے گا الہند میں اور دوسرا ہوگا حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ۔

(نسائی شریف صفحہ ۶۳ جلد دوم کتاب الجہاد باب غزوۃ الہند)

امام نسائی نے نسائی شریف میں کتاب الجہاد میں غزوۃ الہند پر ایک پورا باب باندھا ہے اُس میں سے میں نے یہ دو احادیث مبارکہ نقل کی ہیں۔ ایک حضرت ثوبانؓ کی روایت کردہ ہے جو حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے وہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری اُمت کی دو جماعتیں ایسی ہوں گی جنہیں اللہ کریم آگ سے اور دوزخ سے قطعی محفوظ رکھے گا دوسری روایت میں یہ ہے کہ ان دو جماعتوں کے لوگ بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ حضور ﷺ نے اپنے ارشاد پاک میں وضاحت فرمائی کہ وہ دو جماعتیں کون سی ہوں گی فرمایا ایک وہ جماعت ہوگی جو غزوۃ الہند میں شرکت کرے گی اور دوسری وہ ہوگی جو عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد اُن کی رفاقت میں جہاد میں حصہ لے گی۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے غزوۃ الہند کا وعدہ فرمایا ہے اُنؓ کے الفاظ ہیں ''وعدنا رسول اللہ ﷺ'' حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں رسول اللہ ﷺ نے ''الہند'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور الہند میں پورا برصغیر آتا ہے۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں اگر الہند میں جہاد میرے زمانے میں ہو تو میں اپنا مال اور اپنی جان اس میں لگا دوں گا اور اس جہاد میں میری جان کام آ جائے تو میں افضل الشہداء کہلاؤں گا اور اگر بچ جاؤں تو لوگ کہیں گے یہ ابوہریرہؓ ہے جو دوزخ سے آزاد ہے۔ دوزخ سے آزادی کا یہ وعدہ نبی کریم ﷺ نے خود دیا ہے

غزوۃ الہند کے برصغیر میں برپا ہونے کی خبر نبی کریم ﷺ دے چکے ہیں آپ ﷺ کے ارشادات پاک کے ذریعے یہ بات اُمت تک پہنچ چکی ہے برصغیر میں اس کے وقوع پذیر ہونے کے بارے میں نے ۱۹۹۰ء کی دہائی میں بتانا شروع کیا تھا اس وقت لوگ حیران ہوتے تھے کہ ایسا کیسے ہوسکتا ہے اور اس بارے بات کرنا عجیب سمجھتے تھے لیکن اب شاید صورتحال دن بدن واضح ہوتی جارہی ہے اور عام آدمی کو بھی سمجھ آنے لگی ہے کہ ایک نہ ایک دن یہ ٹکراؤ ہوگا اس کا وقت تو اللہ ہی کو معلوم ہے لیکن اس کا ہونا یقینی ہے کہ یہ قدرت کا فیصلہ ہے جس کی خبر نبی کریم ﷺ نے دی ہے آپ ﷺ اصدق الصادقین ہیں اور آپ ﷺ پر اعتبار کا نام ہی ایمان ہے۔

غزوۃ الہند کے بارے دو باتیں بہت کشش رکھتی ہیں ایک بات یہ ہے کہ جو مسلمان ایمان کیساتھ خلوص کے ساتھ حق کی حمایت میں اور باطل کے خلاف جہاد میں حصہ لے گا اللہ کریم اسے دوزخ سے بری قرار دیں گے اس میں شہید ہو جائے تو افضل ترین شہداء میں شمار ہوگا اور بچ گیا تو بھی اسے دوزخ سے آزادی کا پروانہ مل گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگرچہ گھمسان کا رن پڑے گا لیکن فتح اسلام کو ہوگی مسلمانوں کی ہوگی اور پاکستان ہی صرف چھوٹی سی مسلم ریاست نہیں رہے گی بلکہ پورا الہند اسلامی ریاست بنے گا ایک مرتبہ پھر یہاں سے احیاء اسلام ہوگا اور روئے زمین پر حق کا بول بالا ہوگا اس مشن میں کون لوگ شامل ہوں گے؟ کون سی قیادت ہوگی؟ ظاہر ہے حق کی حمایت کے لئے اہل حق ہی اٹھتے ہیں جن لوگوں کا اپنا کردار حق کے مطابق نہ ہو وہ حق کی حمایت نہیں کیا کرتے اور نہ اُن سے اللہ کریم یہ خدمت لیا کرتے ہیں۔ اہل حق ہی حق کے لئے مال وجان کا ایثار کرتے ہیں اس بات کو چھوڑ دیجئے کہ وہ گنتی میں کتنے ہیں افرادی قوت ہماری نگاہوں میں تو شاید بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے لیکن اللہ کریم کے نزدیک اس کی اہمیت نہیں ہے اگر ایک فرد ہی حق پر ہو تو وہ باطل کے گروہ پر اکیلا ہی بھاری ہوتا ہے عہد رسالت گواہ ہے خود نبی کریم ﷺ کے ساتھ کتنی افرادی طاقت تھی؟ مالی قوت کیا تھی؟ اسلحے کے کتنے ذخائر تھے؟ سوائے تائید باری کے کچھ نہیں تھا یا پھر چند خدامؓ تھے۔ حضور اکرم ﷺ کے یہ خدام صحرائے عرب سے اٹھے اور روئے زمین پر دین کا غلبہ ہوگیا۔ اللہ کریم جسے توفیق دیتا گیا وہ اس میں شامل ہوتا گیا اب یہ پھر سے ہوگا اللہ کے فضل سے حضور ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق اللہ کے چاہنے والے حضور ﷺ کے غلام تائید باری سے پھر اٹھیں گے ابھی اللہ کے ایسے بندے باقی ہیں جو روئے زمین پر اسلامی انقلاب کا سبب بنیں گے۔

اخبارات میں کالم نگار لکھتے ہیں کہ امام مہدی آئیں گے تو حالات درست ہوں گے لیکن ابھی یہ وقت نہیں آیا امام مہدی سے پہلے غزوۃ الہند ہوگا اور روئے زمین پر پھر سے اسلامی معاشرت اور معیشت چھا جائے گی۔

دنیاوی طور پر ایسے حالات ہیں کہ روئے زمین پر امریکہ کا غلبہ ہے اور تمام ممالک اور انکی حکومتیں امریکہ کی طاقت سے پریشان ہیں اس

اظہار آج کے دور کی اصطلاح سے ہوتا ہے جو دنیا نے امریکہ کے بارے ایجاد کر رکھی ہے کہ امریکہ واحد سپر پاور ہے یہ ایک مغالطہ ہے سپر پاور تو صرف اللہ ہے۔ انسان سارے انسان ہی ہیں وسائل اسباب بھی اللہ کے بنائے ہوئے ہیں۔ وسائل کسی کے پاس کم ہوں یا زیادہ ان پہ نتائج اللہ کریم خود مرتب کرتا ہے۔ دنیا عالم اسباب ہے یہاں وسائل ہونے چاہئیں انہیں محنت سے اکٹھا کرنا چاہئے لیکن باطل کی حمایت میں اگر وسائل بھی جمع ہو جائیں اور ان کے مقابلے پر اہل حق کے پاس وسائل تھوڑے ہوں تو کم وسائل بھی زیادہ موثر ہوتے ہیں اس لئے کہ طاقت حق کی ہوتی ہے۔

کہنے کو تو بھارت بڑا ملک ہے بہت بڑی طاقت ہے اس کی فوج بہت بڑی ہے اس کی ایجنسیاں بہت زیادہ ہیں اس نے افغانستان اور دیگر ممالک میں مداخلت جاری رکھی ہوئی ہے کہیں نہ کہیں دھماکے کراتا رہتا ہے۔ آج اسی ہندوستان میں بمبئی میں چند لڑکے داخل ہو گئے چار دن اس بڑے ملک کی فوج، پولیس، خفیہ ایجنسیاں، میڈیا زور لگاتے رہے ان لڑکوں نے چار دن گھیرے رکھا سینکڑوں زخمی ہوئے سینکڑوں مارے گئے اتنا ایمونیشن استعمال ہوا تو ان لڑکوں نے آخر اتنا اسلحہ ہوٹل تک کیسے پہنچایا کہ ایجنسیوں کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اتنا ایمونیشن ایک ٹرک میں تو لے جایا نہیں گیا کس طرح وہ وہاں جمع کرتے رہے اور ایجنسیاں کیا کرتی رہیں؟ کہا جاتا ہے کہ وہ لوگ سمندر سے آ گئے اگر وہ سمندر کے راستے سے داخل ہوئے تو ہندوستان کی نیوی کہاں تھی؟ کہ سمندر کے راستے ڈاکو ملک میں داخل ہوئے ہیں اور انہیں پتہ ہی نہ چلا۔

بڑا ملک ہے کا نعرہ ہو یا امریکہ سپر پاور ہے کا نعرہ یہ سب باتیں ہیں۔ یہ اسی دور کی ایجاد ہے ورنہ زمین پہ پہلے لوگ بھی رہے جنہوں نے خدائی کا دعویٰ کیا ان کے پاس بڑی فوج تھی طاقت تھی سلطنتیں تھیں انہیں کسی نے سپر پاور نہیں کہا۔

اللہ تو ایسا بے نیاز ہے کہ اس نے فرعون جیسی طاقت توڑنے کے لئے موسیٰ کو کوئی لشکر نہیں دیا فرمایا آپ جائیں اور اس سے بات کریں رحمت الٰہی اتنی وسیع ہے کہ وہ بھی توبہ کر لے تو میں اسے قبول کر لوں گا لیکن اگر توبہ نہیں کرے گا تو کسی لشکر کی ضرورت نہیں ہے اللہ اس سے خود نمٹ لے گا اور وہی ہوا جادوگر بلائے گئے موسیٰ سے مقابلہ ہوا اور بالآخر ایک آن میں فرعون، اسکی فوج اسکی طاقت وقوت، مال ومنال سب غرق ہو گئے۔ اس کا ملک اسکی سلطنت اور علاقے بنی اسرائیل کے لئے خالی ہو گئے۔ تو اصل اور ایک قوت ایک سپر پاور صرف اللہ ہے وہی قادر مطلق ہے، قدرت کاملہ اسی کی ہے اسباب وسائل میں تاثیر وہ خود پیدا کرتا ہے اس کی بارگاہ میں صرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ کسی کی نیت اور ارادہ کیا ہے اس میں کتنا خلوص ہے اسے حضور ﷺ کے ساتھ کتنا خلوص کا رشتہ نصیب ہے اسے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی بات پر کتنا اعتبار ہے کتنا یقین ہے؟

حضور ﷺ نے جو فرمایا ہے وہ تو یقیناً ہو کر رہے گا ہر حال میں ہوگا اس حادثے کا مرہون منت ہو یا کسی اور سبب سے ہو اس موقع پر ہو یا اس موقع سے ٹل جائے لیکن ہوگا ضرور۔ کوئی نہ کوئی سبب بن جائے گا۔ روز مرہ کے حالات ہمیں دن بدن غزوۃ الہند کے قریب کر رہے ہیں لوگوں کے قول کے مطابق تو امریکہ سپر پاور ہے لیکن اس کی یہ بزعم خود سپر یمسی بھی اب ٹوٹنے کو ہے میرا ذاتی خیال ہے کہ اب غزوۃ الہند سے پہلے امریکہ تقسیم ہو جائے گا۔ امریکہ میں وہ سکت اب نہیں رہی جس کے بل بوتے پر لوگ اسے سپر پاور کہتے تھے۔

وہاں معیشت تباہ ہو چکی ہے روزگار ختم ہو رہا ہے عوام کھانے کو ترس رہے ہیں۔ امریکی حکومت نے کئی ممالک میں مداخلت کر رکھی لیکن حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو عراق میں عراقی پہلے سے

زیادہ طاقت سے دفاع کر رہے ہیں۔ کتنے لوگ شہید ہوئے مارے گئے شہر اُجڑ گئے لیکن ان کی مزاحمت میں کمی نہیں آئی۔ افغانستان میں کیا ہوا اس کے پہاڑ وہیں ہیں زمین وہیں ہے انہیں وہی سوکھی وٹی آج بھی میسر ہے جو امریکہ سے پہلے میسر تھی لیکن انکی دفاعی قوت ختم نہیں ہوئی وہ مزاحمت کر رہے ہیں نہ عراق کا کچھ بگڑا ہے نہ افغانستان کا' کچھ بگڑا ہے تو امریکہ کا۔ امریکہ اب وہ امریکہ نہیں رہا جو چڑھ دوڑا تھا۔ اب امریکہ کے پاس شاید واپس جانے کا راستہ بھی نہیں بچا یہ صورتحال امریکہ کو خود اس طرف لے جا رہی ہے جہاں امریکہ تقسیم ہو جائے گا انشاء اللہ باطل کی عمر لمبی نہیں ہوتی جآ الحق وزھق الباطل حق آئے تو باطل مٹ جاتا ہے۔ اللہ کریم کا ارشاد پاک ہے حق آیا اور باطل مٹ گیا ان الباطل کان زھوقا (بنی اسرائیل آیت ۸۱) اس لئے کہ باطل کا مقدر مٹنا ہی ہے باطل ہوتا ہی مٹ جانے کے لئے ہے۔ حق ہی قائم رہتا ہے باطل قائم رہنے کے لئے نہیں ہوتا۔

میں جو عرض کرنا چاہتا ہوں تو اس لئے نہیں کہ لوگ مان لیں کہ ایسا ہوگا۔ مجھے ضرورت نہیں کہ لوگ مانیں اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ لوگ مانیں۔ جو ہونا ہے وہ تو ہو کر رہے گا کوئی مان لے تو بھی ہوگا اور کوئی نہ مانے تو بھی ہوگا۔ میرے عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو وقت اب گزر رہا ہے اور جو وقت آ رہا ہے اس میں ہمیں خود اپنے آپ کو تلاش کرنا چاہیے کہ میں کہاں ہوں میرے عقائد و نظریات کیا ہیں؟ میرا کردار کیسا ہے؟ میرے اعمال کیسے ہیں؟ کیا میں اُن لوگوں میں سے ہوں جنہیں اللہ کریم اپنے مجاہدین میں قبول فرمائے گا یا خدانخواستہ ایسا تو نہیں کہ اہل باطل میں شمار ہو کر گھاٹے اور خسران میں پڑ کر ذلت و رسوائی کا شکار ہو جاؤں گا ہم میں سے ہر ایک کے پاس زندگی کی مہلت فیصلے کی گھڑی اور عمل کا وقت ہے آج سوچ لینا چاہیے کہ میں کہاں کھڑا ہوں اگر خامی اور کمی نظر آئے تو اللہ کریم سے رجوع کریں' توبہ کریں' اصلاح کریں اور اللہ سے دعا کریں کہ ہمیں ان لوگوں میں شامل رکھے جو دین کی حمایت کے لئے کام آئیں یہی ایک راستہ ہے جس میں کامیابی ہے۔ ورنہ دنیا میں لوگ آتے ہیں گزر جاتے ہیں اللہ کا نظام کسی کا محتاج نہیں اور جس طرح اللہ چاہتا ہے اس کا نظام چلتا رہتا ہے۔ موت و حیات کا تسلسل کائنات میں جاری ہے خود وجود انسانی میں جاری ہے۔ کھربوں سیل ایک وجود کا حصہ ہوتے ہیں ان میں سے لاکھوں مر جاتے ہیں اور لاکھوں اور پیدا ہو جاتے ہیں اردگرد دیکھیے ہزاروں لاکھوں درخت گر جاتے ہیں اور کتنے ہی نئے اُگ آتے ہیں فصلیں اور کھیت پک کر ختم ہو جاتے ہیں اور مزید اُگنا شروع ہو جاتے ہیں گھاس کے کتنے تنکے روز گرتے ہیں اور کتنے نئے پیدا ہوتے ہیں موت و حیات کا یہ عمل چرند پرند' نباتات و جمادات اور اللہ کی ساری کائنات میں جاری و ساری ہے اس سارے عمل میں اللہ کریم کسی کا محتاج نہیں اور ساری مخلوق انکی محتاج ہے اس لئے کرنے کا کام یہی ہے کہ ہم درست فیصلہ کر لیں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کا فیصلہ۔ اپنے وقت مقررہ پر ہم نے بھی مر جانا ہے فیصلہ کر لیں کہ شہادت کے ساتھ اس دنیا کو خیر باد کہیں۔ اس کے لئے دعا کریں اور محنت کریں۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ اگر زندگی بھر کسی کو یہ خیال نہیں گزرا کہ مجھے بھی اللہ جہاد کا موقع نصیب کرتا مجھے بھی شہادت نصیب ہوتی۔ اگر کسی نے زندگی بھر میں یہ تمنا بھی نہیں کی تو حدیث شریف کے الفاظ بڑے سخت ہیں آپ ﷺ نے فرمایا فقد مات موتتہ الجاھلیتہ۔ ایسا شخص عہد جاہلیت کی موت مرا۔ یعنی اس کی موت ایسی ہے جیسی حضور ﷺ کی بعثت سے پہلے کے عہد کے لوگوں کی تھی۔

تقاضائے ایمان یہ ہے کہ بندے کی آرزو ہو کہ اللہ اسے بھی شہادت سے سرفراز کرے۔ یہ تو میرا ایمان ہے کہ غزوۃ الہند ہوگا لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ جب غزوۃ الہند ہوگا تو ہم ہوں گے یا نہیں ہوں گے یہ آج ہوگا' دس سال بعد ہوگا یا پچاس سال بعد ہم میں سے کوئی ہوگا یا نہیں ہوگا لیکن ایک بات میں جانتا ہوں کہ جو آج خلوص نیت سے یہ ارادہ کرلے تو پھر وہ دنیا سے بھی چلا گیا تو اللہ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ اللہ اسے محروم نہیں کرے گا اور غزوۃ الہند کے مجاہدین میں اسے شمار کرے گا۔ اور جس کسی نے اسے اہمیت ہی نہ دی خواہش ہی نہ کی بے پرواہ رہا تو یہ اس کی اپنی بدنصیبی ہے اگر ہمیں اللہ یہ توفیق دے کہ ہم یہ سوچیں کہ ہم غزوۃ الہند میں حق کے لئے کام آئیں ہمارا مال' ہماری جان' ہمارا وجود اور ہمارا سب کچھ لگ جائے اور زمین پر حق کا غلبہ ہو' انصاف اور عدل کا دور دورہ ہو مخلوق پر اللہ کا احسان ہو وہ ظلم سے نجات پائے تو اس کے لئے ہمیں اپنی اصلاح کی فکر پہلے کرنا ہوگی۔ یہ صرف ایک سوچ یا ارادہ نہیں بلکہ اس کا تقاضا عمل کرنے کا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی پوری کوشش سے اپنے آپ کو شریعت مطہرہ کا پابند کریں حلال رزق کھائیں' حرام سے بچیں سچی بات کریں' جھوٹ سے اجتناب کریں' عبادت کے وقت عبادت میں مصروف ہوں اور امور دنیا کو عبادت سمجھ کر انجام دیں قرآن حکیم کی تلاوت کریں' درود شریف پڑھیں اللہ کو یاد کریں' اللہ کا شکر کریں' اللہ سے دعا کریں' اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگیں اللہ سے مغفرت اور درگزر چاہیں استقامت دین کی دین پر قائم رہنے کی اور حق کو قائم کرنے کی اللہ سے توفیق طلب کریں۔

یہ ہماری ضرورت ہے کہ ہم خود کو تلاش کریں اس سارے ہجوم میں خود کو ڈھونڈیں کہ کہاں کھڑے ہیں اس کی ابتدا عقیدے سے ہوتی ہے عقیدہ بنیاد ہے۔ اسے خالص ہونا چاہیے وہ عقیدہ جو حضور ﷺ نے تعلیم فرمایا اس میں کوئی آمیزش نہیں ہونی چاہیے۔ اللہ واحد ہے لا شریک ہے اس کی ذات وصفات میں کسی کی شراکت نہیں۔ وہ واحد ہے۔ وہی اکیلا خالق ہے اور وہی مالک وہی کارساز ہے وہی رب ہے زندگی بھی وہی دیتا ہے۔ موت بھی اسی کے فیصلے پر آتی ہے صحت بھی وہی دیتا ہے بیماریاں بھی اسی کی طرف سے آتی ہیں فراخی بھی وہی دیتا ہے تنگی ترشی بھی اسی کی طرف سے آتی ہے وہ اکیلا حاکم ہے اس کی حکومت میں کسی کی کوئی شراکت نہیں۔ اللہ اللہ ہے خالق ومالک ہے اور باقی سب اس کی مخلوق ہے اللہ کے بعد اللہ کا رسول ﷺ مخلوق میں بلند ترین ہستی ہے سادہ سی بات ہے اور آسان بات ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے بے مثل و بے مثال ہے اور مخلوق میں محمد رسول اللہ ﷺ افضل ترین ذات ہیں آپ ﷺ جیسا کوئی اور دوسرا نہیں۔

حضور ﷺ کی ذات عالی پر بحث کرنا جہالت ہے اور اس جہالت کا مظاہرہ ہو رہا ہے لوگوں نے اس پر کتابیں لکھیں مقابلے کئے اور ابھی تک کر رہے ہیں ایک کہتا ہے نبی کریم ﷺ میں یہ کمال تھا دوسرا کہتا ہے یہ نہیں تھا (معاذ اللہ) اور کوئی یہ نہیں سوچتا کہ اپنے سے کم کو تولا جاتا ہے اپنے سے زیادہ کو نہیں پانچ سیر کا باٹ تیس سیر کے باٹ کو نہیں تول سکتا اپنے سے نیچے پر بحث کی جاتی ہے اپنے سے اوپر پر بحث کرنا ہی جہالت ہے نبی کریم ﷺ کی ذات والا صفات کو موضوع بحث بنانا خود گستاخی ہے کسی پیمانے پر آپ ﷺ کی ذات عالی کو موضوع بحث بنانا بجائے خود گستاخی ہے سادہ سا ایمان ہے اس بات پر یقین رکھا جائے کہ ہر وہ کام حق ہے جو حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق جو آپ ﷺ کی سنت کے مطابق ہے اور ہر وہ کام باطل ہے جو حضور ﷺ کو پسند نہیں۔ حق و باطل کا معیار نبی کریم ﷺ کی دی ہوئی شریعت مطہرہ ہے آپ ﷺ کی ذات کے بعد کسی کو حق نہیں کہ

وہ کسی چیز کو حق کہے یا باطل کہے یہ کھرا عقیدہ ہے۔

فروعات میں تشریحات میں اختلاف رائے ہوتا ہے یہ مستحسن ہے جبکہ یہ اختلاف شریعت کی حدود کے اندر رہ کر ہو درست ہے آپ ﷺ کے ارشاد پاک کے ایک حصے کو کسی نے افضل مان لیا کسی نے دوسرے کو افضل مان لیا۔ فضیلت میں رائے مختلف ہوتی ہے جائز و ناجائز میں اختلاف شریعت کے اندر نہیں ہوتا یہ باتیں فروعی اختلافات جھگڑے کے لئے نہیں ہوتے شریعت کے ہر پہلو پر عمل کے لئے ہوتے ہیں مسلمانوں نے انہیں باہمی نزاع کا سبب بنا لیا ہے اب ان باتوں سے نکلنے کا وقت ہے۔

کیا آپ نے کہیں پڑھا کہ صحابہ کرام میں ذات نبی کریم ﷺ پر کوئی مباحثہ ہوا ہو یا تابعین اور تبع تابعین میں اس موضوع پر کوئی مناظرہ ہوا ہو تو پھر آج ہم کون ہیں اور ہماری حیثیت کیا ہے کہ ہم اس عظیم ذات کو موضوع بحث بنائیں ہماری تو یہ ضرورت ہے کہ ہم اس ذات پر ایمان لائیں حضور ﷺ کے دامن کو تھامیں حضور ﷺ کے اتباع کا حق ادا کریں خلوص کے ساتھ اپنے ارادے میں یقین پیدا کریں کہ ہمیں اللہ کی اطاعت کرنا ہے کیسے کرنا ہے؟ جیسے اللہ کے رسول ﷺ نے بتایا ہے طریقہ اور سلیقہ سکھایا ہے جسے قرآن میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ اس معیار کو سامنے رکھ کر اپنے آپ کو دریافت کریں اور جسے بھی غزوۃ الہند میں شرکت کی تمنا ہے اور یہ سعادت نصیب ہے کہ وہ اس غزوۃ میں شریک ہونے کی آرزو رکھتا ہے اس کے لئے کوشش کرتا ہے دعا کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اپنی دعاؤں میں سب کو شامل کر لے وقت کا تعین اللہ کریم کے علم میں ہے مخلوق میں وہ کسی کو نہیں بتاتا کہ کس وقت کیا ہونے والا ہے یہ اس کا اپنا کام ہے اور یہ کائنات بھی اس کی اپنی ہے دعا بھی ایک سبب ہے۔ دعا کرنا خود بڑی سعادت ہے لیکن کسی کی کوئی دعا اس کے فیصلوں کو نہیں بدلتی بلکہ جو دعائیں قبول ہوتی ہیں وہ بھی ازل میں لکھی گئی ہیں کہ فلاں کام کے ہونے کا سبب فلاں کی دعا ہوگی۔ دعا کرنا خود ایک عبادت ہے دعا میں بندہ اللہ رب العالمین سے اپنا حال دل کہتا ہے۔ دعا کرتا ہے اور دعا کرتے رہنا انسانی ضرورت ہے۔ جتنی زیادہ دعا کی جائے اتنا زیادہ اللہ کا قرب نصیب ہوتا ہے حضوری نصیب ہوتی ہے لمحات قرب عطا ہوتے ہیں۔

اپنے آپ کو تلاش کریں اور یہ سوچنا چھوڑ دیں کہ کون کتنا بڑا ہے اس بات پر خود کو پرکھیں کہ جو سب سے بڑا ہے آپ اس کے ساتھ ہیں؟ کوشش کریں ہمت سے محنت کریں اور خود کو اس کے لشکر میں شامل کریں اس کے اطاعت گزاروں کے گروہ میں شامل رہیں اس کی فوج میں رہیں حزب اللہ میں خود کو شامل رکھیں۔ آنے والا وقت ایک ایک چیز سے پردہ اٹھاتا رہے گا چیزیں سامنے آتی رہیں گی' آدمی شاید خود کو اندھا کر لے تو اور بات ہے ورنہ موجودہ حالات و واقعات اور روزمرہ حادثات بتا رہے ہیں کہ روئے زمین پر اب کوئی جگہ محفوظ نہیں رہی ہر جگہ کوئی نہ کوئی چنگاری سلگ رہی ہے' آگ دہک رہی ہے جہاں دھوئیں اُٹھتے ہیں وہاں الاؤ جل رہے ہوتے ہیں بین الاقوامی طور پر کافر طاقتوں کی یہ کوشش ہے کہ اس صورتحال میں پاکستان کو میدان جنگ ہونا چاہیے لیکن وہ یہ بھول رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے چودہ صدیاں پہلے فرما دیا تھا کہ پورا برصغیر میدان کار زار ہوگا اور اس جہاد کا نام غزوۃ الہند ہوگا۔

لاہور میں ایک کانفرنس کے دوران کسی صحافی نے یہ سوال کیا کہ غزوۃ الہند میں لفظ غزوہ استعمال ہوا ہے اصطلاح میں غزوہ اس جہاد کو کہا جاتا ہے جس میں حضور نبی کریم ﷺ نے خود بنفس نفیس شرکت فرمائی اور سرایہ اس جہاد کو کہا جاتا ہے جو عہد نبوی میں وقوع پذیر ہوا اس کی

کمان حضورﷺ ہی کے ہاتھ میں تھی۔ مرکز میں حضور اکرمﷺ ہی جلوہ افروز تھے لیکن کسی صحابی کو امیر بنا کر بھیجا۔ اس طرح اسی سے زائد غزوات وسرایہ ہوئے۔ تو جب حضورﷺ اس جہان آب وگل میں جلوہ افروز تھے تو جس جہاد میں تشریف نہیں لے کر گئے اس کو تو سریہ کہا گیا اور اب حضورﷺ دنیا سے پردہ فرما چکے ہیں صدیوں بعد الہند میں جہاد ہوتا ہے حق وباطل میں ٹکراؤ ہوتا ہے تو اسے غزوۃ الہند کہتے ہیں اسے سریہ کیوں نہیں کہتے یا محض جہاد کیوں نہیں کہتے؟

اسی محفل میں ڈاکٹر اسرار صاحب بھی تشریف فرما تھے انہوں نے فرمایا جہاد کو رواجاً غزوہ کہہ دیا جاتا تھا شاید اسی لئے حضورﷺ نے بھی اسے غزوہ کہہ دیا ہو۔

میں نے وضاحت کردی کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام جو فرماتے ہیں وہ رواج کی پیروی نہیں ہوتا وہ دین ہوتا ہے۔ حضورﷺ جو فرماتے ہیں وہ شریعت ہوتی ہے رواج نہیں ہوتا حضورﷺ نے الہند کے جہاد کو غزوہ فرمایا ہے تو یہ غزوہ ہی ہے۔ مراد اس سے یہ ہے کہ گو حضورﷺ اس دنیا سے پردہ فرما چکے ہیں لیکن آپﷺ کی توجہ مجاہدین کو اس طرح نصیب ہوگی جس طرح ان غزوات میں ہوتی تھی جس میں حضورﷺ بنفس نفیس شریک ہوتے تھے اس لئے حضورﷺ نے اپنی زبان حق ترجمان سے اسے غزوہ کہا ہے اور یہ بات کسی راوی نے نہیں کہی کسی تشریح کرنے والے نے نہیں کہی یہ خود حضورﷺ نے فرمائی ہے۔

وہ کتنے خوش نصیب ہوں گے جو اس جہاد میں شریک ہوں گے لیکن یہ بات پلے باندھ لو کہ باطل کے ساتھ جینے والے حق کی حمایت میں جانیں نہیں کٹاتے وہ اہل حق ہی ہوتے ہیں جنہیں اللہ توفیق دیتا ہے اور غزوۃ الہند تو وہ جہاد ہے جس میں نبی کریمﷺ کی اتنی توجہ ہے جیسے حضورﷺ کی رفاقت نصیب ہو تو اس میں شمولیت کے لئے بندے کی کچھ تو تیاری ہوگی۔ بندے کے عقائد کھرے ہوں اعمال سنت مطہرہ کے مطابق کرنے کی مسلسل کوشش ہو یہی اس کی تیاری ہے۔ اسباب ووسائل ضروری ہیں وہ اپنے وقت پر استعمال ہوں گے اسباب ووسائل تو وہ جمع کریں گے جن کو اس میں شرکت کی سعادت نصیب ہوگی پہلے اپنے آپ کو اس قابل بنائیے کہ اگر وہ وقت آئے تو ہمیں اللہ حق پر رکھے حق کا ساتھ دینے اور اہل حق میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم نام کے تو مسلمان ہوں اس وقت بھی باطل کی حمایت کر رہے ہوں۔ حضورﷺ کی غلامی سے باہر ہوں اللہ اس صورت حال سے پناہ میں رکھے۔

جو لوگ احکام الٰہی کے مطابق اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں جن کا ایمان مضبوط ہے جنہیں اللہ پر یقین واعتماد ہے جنہیں نبی کریمﷺ پر اعتماد ہے یقین ہے فکر نام کی کوئی چیز ان کی زندگی میں نہیں آتی۔ اطاعت الٰہی سے ہٹنے پر ہی تمام فکریں لاحق ہوتی ہیں جو اطاعت حق پر قائم ہوتا ہے اسے فکر کس بات کی۔ وہ جانتا ہے کہ فکر کس بات کی اگر وہ زندہ رہا تو مزید اطاعت کرے گا موت آگئی تو اللہ اسے قبول کرلے گا تو پھر فکر کس بات کی؟

ہم تو تمنا کرتے ہیں اللہ پاک ہمیں غزوۃ الہند میں شامل کرے لیکن یہ اللہ ہی کے علم میں ہے کہ اس میں ہماری شمولیت کیسے ہوگی ہمیں یہ یقین ہونا چاہیے کہ ہمارا جذبہ اتنا صادق ہو کہ اگر اس سے پہلے ہی دنیا سے گزر گئے تو اللہ ہمیں اُن مجاہدین کیساتھ میدان حشر میں کھڑا کرے گا' انشاء اللہ۔ سو اپنے نظریات کو دیکھئے اپنے معمولات کو دیکھئے اپنے کردار پر نظر کیجئے اور اپنے آپ کو ہمہ تن نبی کریمﷺ کا غلام ثابت کیجئے ساری سعادتیں' ساری بھلائیاں اسی شخص کی منتظر ہیں جو حضورﷺ سے عہد وفا نبھاتا ہے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

ذکر الٰہی اور قربِ الٰہی

امیر محمد اکرم اعوان
دار العرفان منارہ ضلع چکوال 24-9-2008

الحمدللہ رب العٰلمین o

والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ محمد وّ الہٖ

واصحابہٖ اجمعین o

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیم o

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیم o

فاذکرونی اذکر کم واشکرولی ولا تکفرون o البقرہ آیت ۱۵۲

ارشاد باری تعالیٰ ہے فاذکرونی اذکر کم تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ یاد کی نسبت جب بندے کی طرف ہو تو سمجھ آتی ہے کہ بندہ یاد بھی کرتا ہے اور بندہ غافل بھی ہو جاتا ہے لیکن جب یاد کی نسبت اللہ کریم کی طرف ہو تو یہ اسکی اپنی شان کے مطابق ہوتی ہے اللہ کی ذات ہر عیب اور ہر کمی سے پاک ہے کسی لمحے کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں نہ اسکی قدرت کاملہ سے باہر ہے لہٰذا بھول یا غفلت اللہ کی طرف سے منسوب نہیں کی جا سکتی۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن حکیم میں جہاں کہیں اس طرح کے الفاظ آتے ہیں اُن سے معنی بعید مراد ہوتا ہے۔ کسی کام کے نتیجے کو معنی بعید کہا جاتا ہے۔ مثلاً جب ہم کسی چیز کو بھول جائیں تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمیں اسکی پرواہ نہیں رہتی کہ وہ کہاں رکھی ہے گھر کے کسی کونے میں پڑی بھی ہے یا نہیں جب یاد ہی نہ رہا تو اس کے ہونے یا برباد ہونے کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ یاد کی نسبت جب اللہ کی طرف ہو تو اس سے مراد یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی اللہ کو پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ عقیدے اور عمل کی تباہی سے دوچار ہو رہے ہیں یا کسی مصیبت میں ہیں۔

گویا کرم الٰہی کا منتظر ہونا دعاؤں کی اجابت، زندگی، موت، مابعد الموت کی آسانیاں اس بات پر منحصر ہیں کہ کوئی اللہ کریم کو کتنا یاد کرتا ہے کتنا یاد رکھتا ہے کتنا ذکر کرتا ہے اور کس خلوص سے، دل کی کس گہرائی سے یاد کرتا ہے۔ یاد الٰہی کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ بندہ کچھ دیر ذکر کر لے بلکہ اس سے مراد پوری انسانی زندگی کا رویہ اصلاح ہونا ہے۔ اس لئے کہ زندگی ایک مسلسل عمل ہے اس میں بندہ یا اطاعت الٰہی کے راستے پر چلتا ہے یا عدم اطاعت کرتا ہے درمیان میں کوئی راستہ نہیں کوئی کام یا اللہ کے حکم کے مطابق کیا جاتا ہے یا اللہ کے حکم کے خلاف کام تو بہر حال کرنے پڑتے ہیں زندگی کے معمولات چلتے رہتے ہیں ذکر سے مراد یہ ہے کہ جوں جوں ذکر راسخ ہوتا جائے اس میں قوت آ جائے تو پھر زندگی کے کام کرتے وقت عظمت باری پیش نظر رہے اور بندہ اپنی پوری کوشش کرے کہ وہ عملی زندگی کے کام احکام الٰہی کے مطابق انجام دے۔ دراصل دین نام ہی قلبی کیفیات کا ہے ایمان کے ساتھ زبانی اقرار اور زبانی اقرار کے ساتھ تصدیق قلبی ضروری ہے، نہاں خانہ دل میں جب تک عظمت الٰہی جاگزیں نہ ہو بات نہیں بنتی زبانی اقرار رہ جاتا ہے تصدیق قلبی کے بغیر ہر عمل رسم و رواج بن کر رہ جاتا ہے ایک ساتھی ایک پڑھے لکھے عالم فاضل آدمی کو ساتھ لے کر میرے پاس تشریف لائے یہاں کچھ دیر رہے پھر واپس تشریف لے گئے ساتھی بتا رہے تھے کہ واپسی پر نماز کا وقت ہو گیا انہوں نے گاڑی روکی تو مولوی صاحب نے اختلاف کیا کہ راستے میں وقت ضائع نہ

کرو قضا کرکے پڑھ لیں گے۔ ساتھی نے بہر حال سفر روک کر نماز ادا کی لیکن ساتھی کا سوال یہ تھا کہ وہ تو جانتے تھے' صاحب علم تھے' بات بات پر قرآن وحدیث کے حوالے دیتے تھے پُر اثر واقعات بیان کرتے تھے لیکن ذاتی طرز عمل دین سے اتنا دور کیوں تھا؟ میں نے جواب دیا کہ دین کو بحیثیت دین اختیار کرنا اور بات ہے اور دین کو پیشے کے طور پر اپنانا ایک اور بات ہے۔ دین اختیار کرنے سے عملی زندگی دین کے مطابق ہوتی ہے اور دین کو پیشے کے طور پر اپنانا دنیوی ضروریات کے پورا کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ پیشہ عقیدے کا حصہ نہیں ہوتا اور جو شخص پیشے میں بھی جائز وناجائز حلال وحرام کا خیال رکھتا ہے اسے دین نصیب ہو جاتا ہے لیکن جو شخص دینی تعلیم کو دین کو ہی پیشہ بنا لے تو پھر اسے حلال حرام کون بتائے گا؟ جو دین بھی اسی لئے پڑھتا پڑھاتا ہے کہ نوک پلک درست کرکے خطابت کے زور پر لوگوں پر دھاک بٹھا کر دولت کمائے تو اس کے دل میں دین کا نور آنا کیسے ممکن ہے۔ پھر وہ عملی زندگی میں دین کا مذاق ہی اڑائے گا۔ قرآن حکیم میں بھی ہے کہ سب سے بُرے لوگ وہ ہیں جو اللہ کی آیات کو چند ٹکوں کے عوض بیچتے ہیں۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ علماء حق کے ساتھ اس عہد میں نام نہاد اور پیشہ ور مولویوں کی کثرت ہوگئی ہے اکثریت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے دین کو دین سمجھ کر اختیار نہیں کیا ملکہ ان کے پاس کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا اس لئے انہوں نے دین کو ہی ذریعہ معاش بنالیا ایسے لوگوں سے خیر کی توقع ہی فضول ہے اور قرآن حکیم کے مطابق یہی بدترین سوداگر ہیں یشترون بایت اللہ ثمناً قلیلا کہ چند ٹکوں کے عوض اللہ کی آیات کو بیچ کھاتے ہیں آج ایسا بدنصیبی کا عہد ہے کہ کسی کام کے بارے فتویٰ لینے جائیں تو فتویٰ فروش بھی مل جاتے ہیں۔ الحمدللہ اسی زمانے میں علماء حق بھی ہیں اور انشاء اللہ تا قیامت رہیں گے دین بھی قائم رہے گا لیکن اکثریت پیشہ وروں کی ہو چکی ہے پیشہ ور لوگ عملی زندگی سے بیگانہ ہوتے ہیں آخرت پر یقین نہیں رکھتے ضروریات دین ان کے یقین وایمان کا حصہ نہیں ہوتا دینی معلومات ان کا پیشہ ہوتا ہے جس میں وہ صرف آمد وخرچ کا معیار رکھتے ہیں کہ کیا بات کرنے سے کتنے پیسے ملیں گے کیا کام کرنے سے، کیا آیا کیا کھویا کیا پایا؟

وہ اپنی خطابت تصنیف تالیف کو دولت، دنیا کے حساب سے ناپتے ہیں ایسے ہی لوگ ہیں جو ذکر کی تردید کرتے ہیں لوگوں کو ذکر سے روکتے ہیں۔ ورنہ بندے اور اس کے مالک کے درمیان واحد رشتہ ذکر اور یاد کا ہے اور اسکے نام کی تکرار کا ہے اسی لئے سورۃ مزمل میں جو نزول کے اعتبار سے اولین سورتوں میں سے ہے اس میں خود آقائے نامدار ﷺ کو حکم دیا گیا کہ واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتلاً اپنے پروردگار کے نام نامی کا ذکر کیجئے اسم ذات کا ذکر کیجئے اور اس حد تک کیجئے کہ اللہ کے علاوہ کوئی چیز یاد نہ رہے کائنات سے انقطاع ہو جائے صرف اللہ یاد رہ جائے یعنی اتنی کثرت سے اس انہاک سے اس توجہ سے اپنے پروردگار کے نام کا' اسم ذات کا ذکر کیجئے کہ صرف اللہ یاد رہ جائے باقی سب سے انقطاع ہو جائے۔ دین صرف زبان سے نہیں دل سے قبول کرنے کا نام ہے دل یاد الٰہی سے ہی زندہ بھی ہوتا ہے تندرست وتوانا بھی اسی سے ہوتا ہے اسی لئے ذکر الٰہی دین کی بنیاد ہے۔

ذکر الٰہی کی برکت وفضیلت کے بارے نبی کریم ﷺ کا ارشاد موجود ہے کہ اللہ کریم نے کچھ فرشتے ایسے پیدا کئے ہیں جن کا صرف یہی کام ہے کہ وہ روئے زمین پر پھر کر تلاش کرتے ہیں کہ کہیں اللہ کا ذکر ہو رہا ہو تو اگر کوئی ایسی جگہ مل جائے تو جو فرشتہ وہ جگہ پالیتا ہے وہ دوسروں کو بھی وہاں بلا لیتا ہے اس طرح کثیر تعداد میں فرشتے جمع ہو جاتے ہیں اور ہر پیچھے سے آنے والا پہلوں کے اوپر سے جھانکتا ہے اس طرح جمع ہوتے ہوئے وہ آسمانوں تک پہنچ جاتے ہیں اور جب وہ محفل ختم ہوتی ہے اور وہ واپس اللہ کریم کی بارگاہ میں پہنچتے ہیں اللہ کریم پوچھتے ہیں تم

نے میرے بندوں کو کس حال میں پایا؟ وہ عرض کرتے ہیں یا اللہ تیرے کچھ بندے تیری یاد میں مصروف تھے بڑے خلوص بڑے انہماک اور دل کی گہرائیوں سے تیری یاد میں تیرے نام کے ذکر میں مصروف تھے تو ارشاد ہوتا ہے کہ پھر تم گواہ رہو جو بھی وہاں تھے ان سب کو میں نے بخش دیا وہ عرض کرتے ہیں بار الٰہا وہ سب تو ذکر کی غرض سے جمع نہیں ہوئے تھے کچھ کسی اور کام سے کسی اور غرض سے وہاں بیٹھے تھے تو ارشاد ہوتا ہے کہ میں نے یہ تخصیص نہیں کی کہ کون کس غرض سے آیا تھا جو وہاں موجود تھے میں نے ان سب کو بخش دیا۔

''التعرف...'' میں اہل اللہ کی کرامات جمع کی ہیں اور عجیب و غریب واقعات جمع کیے گئے ہیں اس میں ایک کفن چور کا واقعہ درج ہے کہ وہ نماز جنازہ میں شریک تھا اور پہلی صف میں کھڑا تھا تاکہ میت کے قریب رہ کر جلد دیکھ سکے کہ کفن قیمتی کپڑے کا ہے یا عام کپڑے کا چرائے جانے کے قابل بھی ہے یا نہیں۔ یہ کسی خاتون کا جنازہ تھا اس نے کفن چرانے کے لئے رات کو قبر میں سرنگ بنائی جیسے ہی وہ قبر میں داخل ہوا اللہ نے اس پر برزخ منکشف کر دی دیکھا کہ بہت عالی شان محل ہے اس کے سامنے خوبصورت سبزہ زار میں ایک تخت بچھا ہوا ہے اس پر وہ خاتون بیٹھی تلاوت کر رہی ہیں۔ خاتون نے کفن چور کو دیکھ کر پوچھا تم تو جنتی ہو بخشے جا چکے ہو تو یہ کیسے ہے کہ تم قبروں میں جھانکتے پھر رہے ہو۔ اس نے حیران ہو کر کہا کہ میں تو کفن چور ہوں مجھ گنہگار کے لئے یہ خوش خبری آپ کیسے دے رہی ہیں؟ انہوں نے فرمایا مجھے تمہارے بارے میں تو کچھ پتہ نہیں البتہ یہ میں جانتی ہوں کہ جب میں اللہ کے حضور پیش ہوئی تو اللہ کریم نے مجھ سے راضی ہو کر یہ انعام فرمایا کہ جتنے لوگ تیرے جنازے میں شریک تھے اللہ نے اُن سب کو بخش دیا ہے اور تو میرے جنازے میں پہلی صف میں کھڑا تھا تو اللہ کا بخشا ہوا انسان ہے۔ یہ مشاہدہ اس کی زندگی کا انقلابی لمحہ بن گیا وہ تائب ہوئے اور اس خلوص سے تائب ہوئے کہ اللہ کے قرب کو پا گئے اُن صوفیا میں شامل ہیں جو اللہ کی یاد میں زندگی بسر کر گئے۔ تو ذکر الٰہی کی برکات کتنی ہیں کیا کیا ہیں اور کتنی وسیع ہیں یہ ایسی عجیب دولت ہے کہ پاس بیٹھنے والوں کو بھی فیض یاب کرتی ہے میں تو سمجھتا ہوں اس کی نقل بھی رائیگاں نہیں جاتی اگر بندہ صوفیا کی نقل بھی کرے تو اللہ کے کرم اور اس کے رحم کی امید رکھتا ہے۔ درحقیقت ایمان کی بنیاد ہی ذکر الٰہی ہے یقین' اعتماد اور قلبی اطمینان یہ سب ذکر الٰہی کی بدولت نصیب ہوتے ہیں۔

اللہ کریم نے یہ جو فرمایا ہے جب تم مجھے یاد رکھتے ہو تو میں تمہاری ہر طرح سے دستگیری کرتا ہوں' مدد فرماتا ہوں' تمہیں یاد رکھتا ہوں یعنی ہر وقت تمہیں رحمت الٰہی نصیب رہتی ہے قدرت باری تمہاری دستگیری کرتی ہے تم دنیا کی زندگی میں بھی کامیاب رہتے ہو' موت' مابعد الموت میں بھی تمہیں کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ پھر فرمایا واشکرو لی میرا شکر ادا کرتے رہو گویا دوام ذکر کو اللہ کریم نے ادائے شکر فرمایا ہے۔ اللہ کی نعمتیں اتنی ہیں کہ بندہ شمار نہیں کر سکتا جب وہ شمار میں ہی نہیں کر سکتا تو شکر ادا کیسے کرے گا؟ اس اہم سوال کے بڑے طویل جوابات دیئے گئے ہیں سب سے اچھا جواب وہی ہے جو خود اللہ کریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ **فاذکرونی اذکرکم واشکرولی والتکفرون** تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو گویا اللہ کو ہر لمحہ یاد رکھنا ہر کام اللہ کے حکم کے مطابق کرنا یہ ادائے شکر ہے اور اللہ کی عظمت کو فراموش کر دینا ناشکری ہے اس کے منعم حقیقی ہونے کو فراموش کر دینا اسکی عظمت سے غافل ہونا ہے اور یہی ناشکری ہے۔

پیر مہر علی شاہؒ صاحب کی سوانح ''مہر منیر'' میں ایک واقعہ درج ہے کہ ان سے کسی نے ذبیح کا ایک مسئلہ پوچھا اس کا جواب انہوں نے دے دیا اور پھر فرمایا کہ ایک حلال جانور بھی اگر اللہ کے نام کے بغیر اس کا دم نکل جائے تو وہ حلال بھی حرام ہو جاتا ہے اور انسان تو یاد الٰہی کا مکلف ہے اسے یاد الٰہی کا حکم دیا گیا ہے اس کا جو دم یاد الٰہی کے بغیر نکلتا ہے تو

وہ کس شمار میں ہوگا؟ جانور تو مکلف بھی نہیں اسے تو حکم نہیں دیا گیا وہ حلال جانور ہو لیکن جب اس کا دم نکلے اور اس پر اللہ کا نام لینے والا اور تکبیر پڑھنے والا کوئی نہ ہو تو وہ حرام ہو جاتا ہے انسان تو مکلف ہے اسے ذکر دوام اور ذکر کثیر کا حکم بھی دیا گیا ہے تو اس کے زندگی بھر کے جتنے دم بغیر اللہ کے نام کے نکلتے ہیں وہ کس شمار وقطار میں ہوں گے؟ اس لئے صوفیا کا قول ہے کہ "جو دم غافل سو دم کافر" کہ جو دم غفلت میں نکلتا ہے وہ ناشکری کے زمرے میں آتا ہے اور جس دم کے ساتھ اللہ کا نام ہوتا ہے وہ شکر گزاری میں شمار ہوتا ہے اسی لئے ہر لمحے کی یاد انسان کو اللہ کی نافرمانی سے بچاتی ہے اور عظمت الٰہی کا استحضار یعنی عظمت الٰہی کو یاد رکھنا یہی ایک خصوصیت ہے جو بندے میں بڑائی اور فرعونیت پیدا ہونے نہیں دیتی۔ ورنہ ہر انسان سمجھتا ہے کہ نظام کائنات اسی کی وجہ سے چل رہا ہے وہ ہے تو کام چل رہے ہیں وہ نہ ہو تو کام کا حرج ہوگا۔ اس غلط فہمی کا شکار حکمران سے لیکر خاکروب تک سب ہی ہیں اور یہی وہ بنیادی مرض ہے جو انسان کو اپنی بڑائی میں مصروف کر کے عظمت الٰہی سے غافل کر دیتا ہے اس کا علاج بھی عظمت الٰہی کو دل میں بٹھانا ہے اور یہی ذکر الٰہی کا خاصہ ہے۔ ذکر الٰہی کی یہ خصوصیت ہے کہ بندے کو عظمت باری کا ادراک ہو جاتا ہے اگر کچھ امور اللہ نے اسکی ذات سے وابستہ کر دیئے ہیں اور اس کے سبب سے اس کے ذریعے وہ کام ہوتے ہیں تو وہ سمجھتا ہے کہ اس میں اس کا کمال نہیں یہ اللہ کا کرم ہے کہ اس نے ان کاموں کے ہونے کا سبب اسے بنا دیا وہ جانتا ہے کہ یہ تو کاریگر کی مرضی ہے کہ اس نے ایک اینٹ دروازے پر لگا دی اور لوگ اس کے نیچے سے گزر رہے ہیں اور ایک اینٹ دروازے کے نیچے لگا دی جس کے اوپر سے لوگ پھلانگ رہے ہیں یہ تو کاریگر کی مرضی ہے کہ کس وجود سے کیا کام لے رہا ہے اس میں کسی کی ذاتی بڑائی کا عنصر شامل نہیں نہ کوئی اونچا ہے نہ نیچا۔ ہر ایک سے مختلف کام لئے جاتے ہیں اور ہر ایک مختلف جگہوں پر رہ کر کام کرنے میں راضی رہتا ہے کہ اللہ کریم تو ہر حال میں اپنے ہر فیصلے میں انسان کے لئے رحمان اور رحیم ہی ہیں لیکن ان باتوں کی سمجھ تب ہی آتی ہے جب حقیقتاً یاد الٰہی دل میں جاگزیں ہو جائے اور ہر کام میں اللہ کا دھیان رہے یہی ذکر دوام ہے اور ذکر دوام ممکن نہیں بغیر برکات نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے۔ اگر برکات نبوت نصیب نہ ہوں کوئی ایسی ہستی نہ ملے جو امین ہو برکات نبوت کی جو توجہ دے کر القاء کرے اور دلوں کو برکات نبوت سے روشن نہ ملے تو ذکر دوام نصیب نہیں ہوتا۔ برکات نبوت ہی وہ دولت ہے جو ذکر دوام عطا کرتی ہیں۔

اب آپ خود اندازہ کر لیجئے کہ اگر برکات نبوت نصیب ہوں تو آدمی پر اتباع رسالت کی مزید کتنی ذمہ داری آجاتی ہے اور اس کے لئے کتنا ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ زندگی کے ہر شعبے میں آپ ﷺ کی سنت پاک کو ہاتھ سے نہ جانے دے۔ ہر خلاف ورزی میں یہ خطرہ موجود رہتا ہے کہ یہ دولت چھن نہ جائے۔ اللہ کریم سب سے زیادہ غیور ہیں اور غیرت الٰہی یہ گوارا نہیں کرتی کہ ایک شخص جان بوجھ کر سنت کا تارک ہو وہ سنت کی خلاف ورزی بھی کرے اور پھر اس کا دل روشن بھی رہے اور جہاں یہ رویہ ہو وہاں بڑا بڑا عرصہ ذکر کرنے والے بھی اس سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اگر تلاش کیا جائے تو اس کا بنیادی سبب یہی بنتا ہے کہ زندگی میں خلاف سنت امور داخل ہو جاتے ہیں اور غیرت الٰہی یہ گوارا نہیں کرتی کہ آپ ﷺ کی سنتوں کی خلاف ورزی اور آپ ﷺ کی برکات ایک جگہ جمع ہوں جس طرح تاریکی اور روشنی ایک جگہ نہیں رہتیں نور اور ظلمت ایک جگہ اکٹھا نہیں ہوتے اسی طرح برکات نبوت اور آپ ﷺ کی سنت کی خلاف ورزی ایک جگہ جمع نہیں ہوتیں۔ ہاں انسان غلطی کر سکتا ہے۔ بتقاضائے بشریت غلطی ہو جانا ممکن ہے اور اس صورت میں اللہ کریم درگزر فرماتے ہیں لیکن عملاً اور ارادتاً خلاف سنت امور کو اپنا لینا یا دنیوی لالچ کا آجانا یا ہوس اقتدار کا آجانا یا دنیوی مفاد کے لئے سنت خیر الانام کو ترک کر کے خلاف سنت

راستہ اختیار کر لینا اس دولت سے محرومی کا سبب بنتا ہے۔
انسان کتنا مال دنیا کما لے اقتدار و وقار حاصل کر لے آخر وہ مشتِ غبار ہے اسے مٹی کے سپرد ہی کر دیا جاتا ہے فاتحین و شہنشاہ بھی خاک میں مل گئے فقیر و گداگر بھی۔ ہر شخص زیرِ زمین جا رہا ہے خبروں میں ٹیلی ویژن پر ہر جگہ کہا جاتا ہے فلاں فوت ہو گیا اور اسے سپردِ خاک کر دیا گیا یہ الفاظ لوگوں کے منہ سے ادا ہوتے ہیں لیکن وہ ان پر غور نہیں کرتے کہ بڑے بڑے حکمرانوں مدبروں سیاستدانوں پر ایک وقت آتا ہے جب ان کے بارے کہا جاتا ہے کہ انہیں سپردِ خاک کر دیا گیا۔
اگر انسان کی یہی حیثیت ہے کہ اسے مٹی میں مل جانا ہے تو پھر دنیا کے لالچ میں اللہ کے احکام چھوڑ کر سنت کے خلاف زندگی گزار کر اس نے جو مال دنیا جمع کیا تھا وہ کہاں گیا؟ وہ سب کچھ تو لوگوں کا ہو گیا اس کے مالک تو ورثا بن گئے تو حصولِ دنیا کے لئے دنیوی اقتدار کے لئے یاد نیاوی آسائشوں کے لئے خلاف شریعت کرنا پرلے درجے کی جہالت اور حماقت ہے اللہ کریم اس سے محفوظ رکھے۔
ذکرِ الٰہی کی برکات سے عظمتِ الٰہی کا ادراک ہو تو بندہ ویسے بھی کسی لمحے خود کو تنہا نہیں آتا کوئی لمحہ اس پر گراں نہیں گزرتا کسی چیز سے اسے اللہ کے سوا ڈر نہیں لگتا۔ اللہ کے علاوہ اس کا سر کسی کی بارگاہ میں نہیں جھکتا اور ذکرِ الٰہی کی برکت سے عظمتِ الٰہی کا ادراک نہ ہو یہ نعمت اس سے چھوٹ جائے تو پھر وہ ہر دروازے پر جبہ سائی کرتا ہے اس طرح نہ صرف دنیا میں حقیقی خوشی و اطمینان سے محروم ہو جاتا ہے بلکہ آخرت بھی ضائع کر بیٹھتا ہے حالانکہ دوبارہ دنیا میں آنے کا موقع اور آخرت بنانے کا موقع کسی کو نہیں ملے گا۔ قرآن حکیم میں آتا ہے کہ میدان حشر میں بھی اور جہنم میں داخلے کے بعد بھی وہ کہیں گے کہ بارالٰہا ہم نے یہ سب کچھ دیکھ لیا۔ سمجھ لیا۔ فھل الی خروج من سبیل۔ اب ہمیں ایک دفعہ یہاں سے واپس بھیج پھر دیکھنا ہم تیری کتنی اطاعت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ کا کس خلوص سے اتباع کرتے ہیں اور کس درد دل سے تجھے یاد کرتے ہیں تو فرمایا جائے گا کہ وہی ایک موقع تھا جسے تم ضائع کر چکے ہو اب دوبارہ یہ موقع نہیں ملے گا تمہیں دنیا میں یہ خیال ہی نہ آیا کہ تمہاری حیثیت کیا ہے اور کتنا عظیم رسول ﷺ میں نے تمہارے پاس بھیجا۔ پھر اپنی کتاب اپنا ذاتی کلام اپنے رسول ﷺ کی معرفت تم تک پہنچایا تم نے نہ میرے رسول ﷺ کی عظمت کی پرواہ کی نہ میرے ذاتی کلام کو خاطر میں لائے۔ اب تم کس منہ سے کہتے ہو کہ تمہیں ایک اور موقع دیا جائے اور تمہارا یہ جرم معمولی نہیں ہے۔
دنیا ایک ہی بار ملی زندگی ایک ہی ملی دوبارہ کسی کو نہیں ملے گی اللہ کریم قبول فرمائیں پوری محنت پوری توجہ اور لگن سے ذکر کیجئے اور یہ بات یاد رکھیں ذکر کا حاصل یہی ہے کہ جب تک دم میں دم ہے اتباع رسالت نصیب رہے۔ اللہ کے احکام پر عمل کی توفیق ارزاں رہے۔ زندگی میں اپنی حیثیت کا اندازہ ہو جائے کہ اس عالم میں میرے موجود ہونے یا نہ ہونے سے نظام کائنات کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میری جیسی مخلوق روزانہ بے حساب مرتی ہے اور روزانہ پیدا ہوتی ہے لیکن اللہ کا نظام رواں دواں رہتا ہے کسی کے مرنے سے نہ سورج میلا ہوتا ہے نہ زمین پھٹتی ہے نہ آسمان گرتا ہے نظام کائنات کی محفل گرم رہتی ہے اور معمورہ عالم آباد رہتا ہے اور جب تک وہ چاہے گا آباد رہے گا۔ بندے کی کوئی حیثیت نہیں۔ بندہ ہر آن اللہ کا محتاج ہے اس کے کرم اور اسکی رحمت کا محتاج ہے ساری عظمت صرف اللہ کے لئے ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں۔
اللہ کریم توفیق عطا فرمائے اپنی یاد کی اور اپنے ذکر کی توفیق ارزاں کرے توفیق عمل عطا کرے اور رمضان المبارک کی مبارک گھڑیوں میں اسے شرف قبولیت بخشے ہماری خطائیں معاف کرے اور زندگی آپ ﷺ کے اتباع میں بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور حق پر موت نصیب فرمائے۔ اہل حق کے ساتھ حشر نصیب فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین

اللہ کا رسول ﷺ رحمتِ مجسم

امیر محمد اکرم اعوان
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 28-09-2008

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیمo

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیمo

لقد جآءکم رسول من انفسکم عزیز علیه ماعنتم

حریص علیکم بالمومنین روف رحیمo التوبہ ۱۲۸

اللھم سبحنک لا علملنآ الا ما علمتنا

اِنک انت العلیمُ الحکیم

مَولایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِماً اَبَداً

عَلٰی حَبِیبِکَ مَنْ زَانَت بِہِ العُصُورُ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لا چکے ہیں اب کوئی اس انتظار میں نہ رہے کہ کوئی دوسرا آئے جن کا اتباع کر کے کامیابی پائی جا سکے وہ آنے والی ہستی ایک ہی تھی جو تشریف لا چکی جو ساری انسانیت کے لئے ہے اور سارے زمانوں کے لئے ہے وہ ایک ہی ہستی ہے اللہ کا رسول ﷺ جو انسانوں میں سے ہے اس آیت مبارکہ میں من انفسکم کا ترجمہ مترجمین نے دو طرح سے کیا ہے ایک ترجمہ ہے ''تم ہی میں سے ہے'' اور دوسرا ترجمہ ہے ''تم میں سے اعلیٰ افرادِ انسانیت میں سے ہے''۔

مراد یہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ بھی ایک انسان ہیں اور بشری تقاضے آپ ﷺ کے ساتھ بھی ہیں اور وہ تمام امورِ دنیا جو انسانوں کو اللہ کی عبادت سے روکنے کا سبب بنتے ہیں اُن سے حضور اکرم ﷺ بھی گزرے، نیند، غذا، موسم کی گرمی، سختی معمولاتِ زندگی، تجارت، کاروبار، اہل و عیال کنبہ خاندان قبائل سیاست و حکومت غرض ایک انسان کو [illegible] مصروفیات پیش آ سکتی تھیں نبی اکرم ﷺ ان تمام امورِ دنیا کو نبھا کر نشانِ منزل بتا گئے کہ اگر کسی فرشتے کو اللہ کریم رسول بنا کر بھیجتے تو نہ اسے بھوک لگتی نہ وہ رزق کی تلاش میں روزگار کے وسائل اختیار کرتا اسکی نہ رشتہ داری ہوتی نہ اہل و عیال ہوتے تو پھر انسان معترض ہوتے کہ یہ فرشتے ہیں انہیں انسانوں کی ضرورتوں اور مجبوریوں کا کیا پتہ یہ تو عبادت کر سکتے ہیں لیکن ہم تو انسان ہیں اور ہماری بے پناہ انسانی مصروفیات ہیں ہم عبادت کیسے کریں اس لئے یہ آیت مبارکہ حضور ﷺ کی شان بیان کر رہی ہے کہ حضور ﷺ اللہ کے وہ رسول ہیں جن کے تشریف لانے سے سلسلہ نبوت مکمل ہو گیا۔

یہ بھی نبی کریم ﷺ کی رسالت کا خاصہ ہے کہ بعثت عالی سے قیام قیامت تک اسلام کہیں نہ کہیں اپنی اصلی حالت میں ہمیشہ موجود رہے گا کہ آپ ﷺ اللہ کی طرف سے کائنات کے لئے سارے جہانوں کے لئے رحمۃ اللعالمین ہیں آپ ﷺ کی اطاعت میں کوئی کمی نہیں جو انسان خلوصِ دل سے فیصلہ کر لے کہ اُسے اللہ کی اطاعت کرنی ہے اللہ اسے توفیقِ عمل دے دیتا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں اس چھ ارب کی آبادی میں حقیقتاً دینِ اسلام پر عمل کی توفیق نصیب ہے جن کا عقیدہ درست ہے جن کا عمل حضور ﷺ کے اتباع میں ہے۔

آپ ﷺ کا فردِ انسانیت ہونا اس حقیقت کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ

جو کام کرتے ہیں یا کرنے کا حکم دیتے ہیں وہ انسانی بساط کے اندر ہوتا ہے اور حضورﷺ کی تشریف آوری سے چونکہ سلسلہ نبوت مکمل ہو چکا ہے اس لئے قیامت تک آنے والی تمام انسانیت کیلئے حضورﷺ کی رہنمائی کافی ہے۔

اللہ قبول فرمائے ہمارے ہاں بھی ختم نبوت کے نام سے بہت کام ہوا ہے۔ اس اصطلاح کا درست مفہوم یہ ہے کہ نبوت کا جو سلسلہ ازل سے اللہ نے ترتیب دیا تھا وہ مکمل ہوگیا آپﷺ کی بعثت کے بعد قیامت تک کسی نئے نبی کی ضرورت باقی نہیں رہی اس بات کی وضاحت خود نبی کریمﷺ نے ارشاد فرمائی۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا کہ ''میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے گھر بنایا اسے خوب سجایا مگر اس کے کناروں میں سے ایک کنارے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی۔...... آپﷺ نے فرمایا میں نے اس خالی جگہ کو پُر کر دیا اور میں خاتم النبین ہوں'' (ترمذی)

اس حدیث مبارکہ کے مطابق آپﷺ نبوت کی عمارت کی وہ آخری اینٹ ہیں جس کے لگنے سے عمارت مکمل ہوگئی تو ختم نبوت کا یہ مفہوم تو درست ہے لیکن یہ مفہوم درست نہیں کہ نبوت ختم ہوگئی۔ اس تشریح سے گمراہ فرقوں نے ختم یا خاتم کا ترجمہ مہر لگانا کر لیا کہ جو نبی اب آئے گا وہ حضورﷺ کی مہر سے آئے گا کہ حضور خاتم النبین ہیں یعنی آئندہ آنے والوں پر مُہر لگانے والے ہیں۔ یہ سب گمراہی ہے ختم نبوت کا درست مفہوم یہ ہے کہ حضورﷺ آخری نبی ہیں اور آپﷺ تا قیامت کے لئے نبی علیہ الصلوۃ والسلام ہیں۔ آپﷺ کی رسالت تمام زمانوں پر محیط ہے کسی [illegible] نبی کی اب [illegible] ت ہی [illegible] آپﷺ [illegible] مقام [illegible] ہے کہ [illegible] کی [illegible] معنی [illegible] مفاہیم بھی بتائیں۔ معنی صرف وہی درست ہیں جو حضورﷺ نے سمجھائے۔ چونکہ وحی الٰہی حضورﷺ پر نازل ہوئی حضورﷺ نے وصول فرمائی اور آپﷺ کے منصب جلیلہ میں سے ایک منصب یہ بھی ہے کہ جو آیت نازل ہو اس کا معنی اور مفہوم بھی آپﷺ ہی بتائیں جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے **لتبین للناس مانزل علیھم** بیان کریں لوگوں کو جو آپ پر نازل ہوا ہے تو ختم نبوت کا حضورﷺ نے یہ مفہوم سمجھایا کہ نبوت مکمل ہوگئی اب کسی نئے نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ آپﷺ سے پہلے اللہ رب العالمین نے جب تک ضرورت باقی رکھی تب تک پے در پے انبیاء بھیجتا رہا پھر قیامت تک کی ضرورت پوری کرنے کے لئے وہ رسول بھیج دیا۔ جو ساری انسانیت کے لئے ہے اور سارے زمانوں کے لئے ہے جس کی نبوت وقت کی تاریکیوں میں گم نہیں ہو گی جس کی لائی ہوئی کتاب میں کوئی تحریف نہیں ہو سکے گی جس کے لائے ہوئے دین میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکے گی اور بعثت عالی سے قیام قیامت تک اسلام کہیں نہ کہیں اپنی اصلی حالت میں موجود رہے گا ایسے خوش نصیب لوگ بھی موجود رہیں گے جن کا عقیدہ و عمل حضورﷺ کے دین کے تابع ہوگا۔

حضور اکرمﷺ کی شان بیان کرتے ہوئے اللہ پاک نے فرمایا **عزیز علیہ ماعنتم** حضورﷺ جب سارے انسانوں کے نبی ہیں سارے انسانوں کی طرف سے آپﷺ کی شفقت اور توجہ ہے اور نسل انسانی کا ہر فرد رحمت الٰہی کو وصول کرنے میں آپﷺ کا محتاج ہے اور آپﷺ [illegible] حاصل کرنا نسل انسانی کی ضرورت ہے اس معاملے میں حضور اکرمﷺ کا مزاج عالی یہ ہے کہ فرمایا **عزیز علیہ ماعنتم** کہ پوری انسانیت میں ٹھوکر کسی انسان [illegible] درد اللہ کے [illegible]ﷺ محسوس کرتے ہیں۔ وہ تمام انسانوں کے لئے اتنے شفیق ہیں کہ [illegible] کوئی بھی اللہ کی نافرمانی میں مبتلا ہوتا ہے

حضور ﷺ اس کا دکھ محسوس کرتے ہیں انسانوں کی غلطیاں اور نافرمانیاں آپ ﷺ پر بہت بھاری، مشکل اور تکلیف دہ ہیں۔ حریص علیکم وہ ہستی جو دو عالم سے بے نیاز ہے اور صرف اللہ کی طالب ہے وہ انسانوں کے معاملے میں حرص اور لالچ کی حد تک انکی ہمدرد اور خیر خواہ ہے اور چاہتی ہے کہ ہر فرد عذاب الٰہی سے بچ جائے یہ عمومی کرم تو نبی کریم ﷺ کا ساری انسانیت پر ہے لیکن جنہیں ایمان نصیب ہو اُن کے ساتھ خصوصی رحمت ہوتی ہے وہ بالمومنین رؤف، رحیم مومنین کے حق میں ہمہ وقت رحم کے طالب رہتے ہیں ایماندار سے جو خطا ہوتی ہے اس کے لئے بخشش طلب کرتے ہیں۔ ہر بندے کا حساب تو اللہ کریم نے لینا ہے لیکن حضور ﷺ کا مومنین کے لئے درگزر یہ ہے کہ جرائم ہم سے ہوتے ہیں کوتاہیاں ہم سے ہوتی ہیں اور انکی بخشش اللہ کریم سے ہمارے نبی کریم ﷺ مانگتے ہیں اور ہر مومن کے لئے ہمہ وقت رحم کے طالب ہیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ غضب الٰہی کا شکار ہونے والے وہ لوگ ہیں جو دانستہ اپنا دامن نبی کریم ﷺ سے چھڑا کر دوزخ میں جا گرتے ہیں۔ اللہ کریم کا تو یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے ایسے رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا جو ساری انسانیت کے لئے رحمت مجسم ہے، ہر ایک کے لئے کریم ہے، ہر ایک کے لئے آپ ﷺ کا در رحمت وا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے آپ کو حضور ﷺ کے در اقدس پر لے جائیں خود کو حضور ﷺ کی سنت کے سانچے میں ڈھالیں۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے آدمی ارادہ کرلے تو اللہ کریم توفیق عطا کر دیتے ہیں۔ یہ بھی اللہ کریم کا کرم ہے کہ نیکی پر زندگی گزارنا آسان ہے عمومی زندگی میں دیکھا جاسکتا ہے کہ کفر کرنا، برائی کرنا، شرک کرنا آسان کام نہیں ہے اور توحید الٰہی پر سنت نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر قائم رہنا گناہ کرنے کی نسبت ہزاروں درجہ آسان ہے۔ مزدوری کرنا چوری کرنے سے آسان ہے کہ ہر جرم ہر گناہ کے ساتھ بے شمار دنیوی تکالیف اور خوف وہراس وابستہ ہیں۔ یہی انسان کا فیصلہ ہے اسی دوراہے پر اس نے فیصلہ کرنا ہے کہ وہ کس راستے کا مسافر ہے۔ جو لوگ دکھ بھری زندگی اور بدبختی کی روش اختیار کر لیتے ہیں اور اللہ کی رحمت کو جھٹک کر سلامتی اور ایمان کے راستے کو چھوڑ دیتے ہیں وہ بھی اپنے غلط راستے کا عجیب جواز پیش کرتے ہیں۔ چوروں ڈاکوؤں سے پوچھو تو وہ کہتے ہیں ہمیں روزگار نہیں ملا ہم کیا کرتے، قاتلوں دہشت گردوں سے پوچھو تو کہتے ہیں ہمارے لوگ قتل کیے گئے اس لئے ہم بھی قتل کر رہے ہیں۔ حالانکہ خلاف شریعت عمل کا کوئی بھی جواز نہیں اور ہر محنت کرنے والے کو اللہ کے نظام کے تحت رزق عطا ہو جاتا ہے لیکن عام آدمی کا مسئلہ یہ ہے کہ اس نے اپنے لئے وہ معیار زندگی پسند کرلیا ہے جو اس کے وسائل رزق سے باہر ہے وہ طے کر لیتا ہے کہ اسے خاص معیار کا لباس، کھانا اور رہائش چاہیے اور اس کی آمدن اجازت نہیں دیتی تو پھر وہ رشوت، چوری، چھینا جھپٹی پر اُتر آتا ہے حالانکہ آسان یہ ہے کہ جو جتنا کماتا ہے اس کے اخراجات بھی اسی آمدن کے اندر ہوں۔ یہ مسئلہ نیک لوگوں کے ساتھ بھی ہے وہ بھی دوسروں کو دیکھ کر ویسا بننا چاہتے ہیں حالانکہ ہر ایک کو اپنے وسائل کے اندر رہ کر خوش رہنا چاہیے اللہ کریم بھروسہ کر کے درست اسباب و ذرائع اختیار کر کے محنت کرنے والا کبھی خالی ہاتھ نہیں رہتا لیکن شرط یہ ہے کہ اللہ کے دیے ہوئے رزق پر شاکر رہے۔

اسی طرح قتل و غارتگری کا جواز پیش کیا جاتا ہے کوئی زیادتی کرتا ہے دوسرا مزید زیادتی کرتا ہے ایک قتل ہوتا ہے جواباً دس بے گناہ قتل کر دیئے جاتے ہیں اس کا کیا جواز ہے۔ اس ساری افراتفری اور فساد کا سبب یہ ہے کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کا اتباع چھوڑ دیا ہے حالانکہ مسلمانوں میں جھگڑا ہو جائے تو فساد نہیں ہوسکتا اس لئے کہ ہر کلمہ گو

کے لئے اللہ کا حکم موجود ہے قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول (النساء ۵۹)

اگر کسی بات میں تنازع ہو جائے تو اسے اللہ کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرو جو وہ فرماتے ہیں اس کو تمام فریق تسلیم کر لو جھگڑا ختم ہو جائے گا لیکن ہماری بدنصیبی یہ ہے کہ ہم نے جو رسوم ورواجات اور عادات بنالی ہیں انہیں عبادت کا درجہ دے رکھا ہے اور جو چیز بھی رواج بن گئی ہے وہ اتنی اہم ہو چکی ہے کہ صرف اسی پر اصرار کیا جاتا ہے یہاں تک کہ عبادت میں بھی جو بات رواجاً داخل ہو چکی ہے اسے ہی عبادت سمجھ لیا جاتا ہے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا اس بارے کیا فرمان ہے اور کیا حکم ہے۔ مثلاً رمضان کی ستائیسویں کو اکثریت نے شب قدر سمجھ رکھا ہے دیہاتوں تک میں اسی کا اہتمام ہوتا ہے حلوے پک رہے ہوتے ہیں عبادت کو اسی رات کیساتھ مخصوص کر لیا جاتا ہے اس لئے کہ یہ ایک رواج بن چکا ہے اب اسی لکیر کو پیٹ رہے ہیں اور یہی ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم رواجات کی پیروی کرتے ہیں اور اس غلط فہمی میں رہتے ہیں کہ ہم اتباع رسالت کر رہے ہیں۔ یہ حال تو ان لوگوں کا ہے جو نماز روزہ کے پابند ہیں تو وہ جو یہ فرض عبادات بھی نہیں کرتے وہ اتباع رسالت کیسے کرتے ہوں گے؟ اور پھر جو ایمان ہی نہیں لائے گا ان کا حال کیا ہوگا اگر نیک اس نوبت پر پہنچ گئے ہیں تو بدکار کہاں ہوں گے اور پھر کافر کہاں ہوں گے یہ فطری اور قدرتی امر ہے کہ جیسا کردار ہوگا ویسے ہی نتائج بھگتنے پڑیں گے جیسے بدن کا ایک نظام ہے کوئی غلط چیز کھالی جائے تو پیٹ میں درد ہوتی ہے بخار ہو جاتا ہے بیماری بھگتنا پڑتی ہے اسی طرح ماحول اور معاشرے کا ایک وجود ہے اس میں انسانی کردار کی وہی حیثیت ہے جو جسم کے ساتھ غذا کی ہے اگر افراد معاشرہ بُرائی کریں گے تو نتائج بھی انہیں ہی بھگتنے پڑیں گے ماحول خراب ہوگا معاشرہ بیمار ہوگا اس میں خرابیاں پیدا ہوں گی۔

اللہ کریم کا یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے ایسے رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا جو ساری انسانیت کے لئے رحمت مجسم ہے لیکن اس رحمت کو پانے کا فیصلہ تو انسان ہی کو کرنا ہے۔ کوشش بھی انسان ہی کے ذمے ہے ہاں اس فیصلے پر انسان کی محنت کو بار آور کرنا مسبب الاسباب کا کام ہے۔ لیکن انسان جب اپنی فطرت سلیمہ کو غفلت کے پردوں میں دبا دیتا ہے تو اپنی ذمہ داری سے بھی غافل ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی ایک فون کل مجھے عرب شریف سے آیا کہ میرے لئے دعا کریں کہ مجھ سے ذکر نہیں ہوتا میں ذکر کر نہیں سکتا آپ دعا کریں کہ ذکر ہونے لگے۔ میں نے کہا کہ ذکر کرنے کا حکم تو خود اللہ نے دیا ہے **فاذکرونی** میرا ذکر کرو اور ہر آن کرو **الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبکم**. اب یہ کیا مسئلہ ہے کہ اللہ حکم دے رہا ہے کہ اللہ کو یاد کرو اور آپ کہتے ہیں آپ سے ذکر نہیں ہو سکتا لہٰذا میں آپ کے لئے دعا کروں۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ سے بڑی کوئی طاقت ہے جس کے سامنے آپ کی دعا رکھی جائے کہ اسکی مدد کرو کہ یہ اللہ کا ذکر کر سکے۔ اور میرے علم میں تو کوئی ایسی ہستی نہیں ہے اب آپ ہی بتائیں کہ اللہ سے بڑا کوئی ہے تو پھر اس سے کہا جائے؟ اس پر وہ صاحب فرمانے لگے۔ "میرا یہ مطلب تو نہیں تھا"۔ میں نے کہا لیکن اس بات کا مطلب یہی نکلتا ہے۔ آپ سے ذکر نہیں ہو سکتا تو مجھے کیوں بتاتے ہو۔ تم جانو اور تمہارا اللہ جانے۔ حرم میں بیٹھ کر تم سے اللہ کا نام نہیں لیا جا سکتا تو بتاؤ میں اس میں کیا کر سکتا ہوں؟ میں تو ایک ویرانے جنگل میں بیٹھا ہوں۔ اس مکالمے کے بعد انہیں کچھ غلطی کا احساس ہوا میں نے انہیں کہا اللہ سے اپنے لئے دعا کرو اور میں نے انہیں سمجھایا کہ کیا آپ باقی سب کام کر لیتے ہیں مثلاً کھانا' سونا' ملازمت کرنا وغیرہ اور اگر یہ سب کام نہیں

چھوٹتے تو اللہ کا ذکر کیوں چھوٹتا ہے۔ باقی سارے کام تو آپ خود ہمت کر کے کرتے ہیں اور یادِ الٰہی ذکرِ الٰہی کے لئے آپ کہتے ہیں یہ اللہ آپ سے خود کروا لے۔ ذرا سوچو اللہ نے تمہارے مشورے کے بغیر تمہاری شکل وصورت بنائی رزق تقسیم کیا اگر نماز بھی اس نے اپنی مرضی سے پڑھوانی ہوتی ذکرِ الٰہی بھی خود ہی کروانا ہوتا تو اسے تمہاری فطرتِ ثانیہ بنا دیتا تم قدرتی طور پر نماز پڑھ لیتے جیسے سانس فطری طور پر چل رہا ہے ایسے ہی ذکر اور نماز بھی ہو جاتی ہے لیکن کتنی حیرت کی بات ہے کہ جو کام اللہ نے تمہارے ذمے لگایا ہے تم وہی کام اس کے ذمے لگاتے ہو! انسان کے لئے میدانِ عمل کھلا ہے فیصلہ بھی اسے خود کرنا ہے ارادہ بھی اپنا ہے کوشش بھی اس کو کرنا ہے توفیقِ عمل اللہ نے دینی ہے لیکن انسان کے خیالات بھی بڑے عجیب ہیں اور شیطان کے وساوس بھی بڑے حیرت انگیز ہیں عجیب الجھنوں میں ڈالتا رہتا ہے۔ اس کا حل یہ ہے کہ اس مسئلے کی وجہ تلاش کی جائے۔ ہم سے اتباعِ پیغمبر ﷺ کیوں نہیں ہوتا؟ ہم سے اتباعِ شریعت کیوں نہیں ہوتا؟ اس لئے کہ ہمارا فیصلہ کمزور ہوتا ہے۔ اتباعِ پیغمبر کے لئے ہم جو فیصلہ کرتے ہیں وہ خانہ پُری ہوتی ہے اس میں جان نہیں ہوتی ورنہ سادہ سی بات ہے اللہ نے قانون بنا دیا ہے کہ جس کا فیصلہ جتنا مضبوط ہوگا اتنی ہی توفیقِ عمل اسے عطا کر دی جائے گی۔ سو یہ بات طے ہوگئی کہ ایمان لانے کا فیصلہ مضبوط ہو تو اللہ کی طرف سے رحمت کا شمار نہیں۔ بندے کا یہ فیصلہ ہی ایمان ہے کہ وہ دل کی گہرائی سے اتباعِ رسول ﷺ کرنا چاہتا ہے نبی کریم ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں آپ ﷺ کی عطا میں کوئی کمی نہیں ہے ہم ہی نے اپنے دامن تنگ کر لیے ہیں یا اپنا رُخ پھیر لیا ہے۔

ہمیں درست فیصلہ کرنا ہوگا اور مضبوط فیصلہ کرنا ہوگا اپنے آپ میں، اپنے افکار و اعمال میں اپنے کردار و عمل میں مثبت تبدیلی لانا ہوگی۔

اللہ کریم توفیقِ عمل دے، لغزشوں، خطاؤں اور گناہوں سے درگزر فرمائے۔ حضور ﷺ کی اطاعت پر زندہ رکھے اور اطاعت شعاروں کے ساتھ موت نصیب فرمائے اور اپنے نیک بندوں کے ساتھ حشر فرمائے۔ آمین

☆☆☆

درج ذیل احباب اور انکے عزیز واقارب دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔

- ☆...... حاجی عبدالوحید (کریم پارک لاہور)
- ☆...... محمد لیسین (گرین ٹاؤن لاہور)
- ☆...... محمد فرحان (رنگ محل لاہور) کے خالہ زاد بھائی۔
- ☆...... کامران خالق (اسلام آباد) کی خالہ
- ☆...... چیچہ وطنی کے ساتھی عبدالغفار کے والد۔
- ☆...... جلیل احمد قریشی۔ (ڈسکہ سیالکوٹ) کے بھائی
- ☆...... عاطف ادریس (کوئٹہ) کے تایازاد بھائی
- ☆...... تبارک حسین بخاری ایبٹ آباد
- ☆...... محمد اعظم (تلہ گنگ چکوال)
- ☆...... امیر جماعت ضلع چکوال حاجی محمد حسین کی ہمشیرہ
- ☆...... خیرات علی (چوا سیدن شاہ چکوال)
- ☆...... محمد ریاض (سہارن منڈی بہاؤالدین) کی والدہ۔
- ☆...... الطاف گوندل (منڈی بہاؤالدین) کے والد۔
- ☆...... احسان الحق (چھینہ، سیالکوٹ کے بھائی۔
- ☆...... محمد نواز (ستراہ سیالکوٹ) کے بھائی
- ☆...... محمد امین (امیر جماعت ڈسکہ سیالکوٹ) کے بھائی
- ☆...... محمد اسلم فرنیچر والے (ڈسکہ سیالکوٹ) کی ساس
- ☆...... رحمت اللہ ملک (ڈویژنل امیر الاخوان لاہور) کی والدہ

اللہ تعالیٰ مرحومین کو جوار رحمت میں جگہ نصیب فرمائے۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل ہے

خوشخبری

حضرت امیر المکرّم کے نو دریافت نسخوں میں اضافہ

حضرت امیر المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ صحیح معنوں میں ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو ان کی دسترس سے باہر ہو۔ طب و حکمت سے تو بطور خاص ہر دور میں صوفیا عظام اور علماء کرام کو خاص شغف رہا۔ حضرت امیر المکرّم بھی اس شعبہ میں پیچھے نہیں اور مختلف جڑی بوٹیوں اور قدرتی اجزاء سے ایسے نسخہ جات دریافت فرما رہے ہیں جو مختلف بیماریوں سے نجات کے لئے انتہائی موثر ہیں حال ہی میں حضرت امیر المکرّم کے نو دریافت نسخہ جات میں انتہائی خوش آئند اضافہ ہوا ہے۔ ضرورت مند استفادہ کر سکتے ہیں۔

کلسٹر و کیئر
Cholestro Care
Rs.300
کلیسٹرول کو صحیح حالت پر رکھتا ہے

پین گو
Pain Go
Rs.100
ہر طرح کے درد کے لئے مفید ہے

ہیر گارڈ آئل
Hair guard Oil
Rs.500
بالوں کی صحت کے لئے مفید ہے۔

ملنے کا پتہ:- دار العرفان منارہ، ضلع چکوال فون 0543-562200

17- اویسیہ ٹاؤن شپ لاہور فون 042-5182727

اکرم التفاسیر

سے اقتباس......

امیر المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ کے فی البدیہہ خطابات پر مشتمل منفرد انداز کی پہلی بیانیہ تفسیر قرآن حکیم

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 17-08-2007

اعوذ باللہ من الشیطٰنِ الرجیم ○

بسم اللہ الرحمٰنِ الرحیم ○

واطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون......

واللہ یحبُ المحسنین ○ سورۃ آل عمران آیات ۱۳۲ تا ۱۳۴

اللھم سبحنک لا علملناَ اِلا ما علمتنا

اِنکَ انت العلیمُ الحکیم

مَولایَ صَلِ وَسَلِم دَائماً ابداً

عَلی حَبیبکَ مَن زانت بِہ العُصُروا

پچھلی آیات میں اُن عوامل کا تذکرہ تھا جن کے باعث لوگ گمراہ ہو کر ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بن جاتے ہیں وہ ہے سود جس میں وہ نظام پرورش پاتا ہے جس میں مجبور و بے بس مزید غریب ہوتا جاتا ہے اور مال حرام جمع کرنے والا مزید امیر ہو جاتا ہے اور دولت امیروں کے ہاتھ مرتکز ہو جاتی ہے اور یہ چیز جہنم کے راستے پر لے جاتی ہے اور دوسرا سبب ہے مسلسل نافرمانی اور کبھی توبہ نہ کرنا یعنی بُرائی پر ڈٹ جانا جم جانا بندے کو گمراہی میں لے جاتا ہے اور یوں ایمان سے محروم ہو کر ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بن جاتا ہے۔ ان عوامل کے تذکرے کے بعد یہاں یہ فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ کی رحمت پانے کے لئے اطیعو اللہ والرسول لعلکم ترحمون اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت شرط ہے اور اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول ﷺ کا انحصار اللہ کی کتاب اور کتاب اللہ کے احکام و فرامین پر ہے اور پوری انسانیت کے ہر فرد کے لئے زندگی گزارنے کے لئے آسان ترین اور مفید و نفع بخش وہی اصول ہیں جو کتاب اللہ میں بتا دیئے گئے ہیں اور جن پر آپ ﷺ نے چل کر عملی اسوہ حسنہ چھوڑا ہے جن پر صحابہ کرامؓ کی عملی زندگی کی تربیت فرمائی ہے۔ آج بھی جو چاہتا ہے کہ آبرومندانہ زندگی گزارے دنیا میں امن کا خواہاں ہے پُرسکون رہنا چاہتا ہے تو اُسے اللہ کی اطاعت کرنا ہوگی۔ اللہ کی اطاعت کیا ہے؟ کون اسکی خبر دے گا؟۔ کس طرح پتہ چلتا ہے کہ اللہ کریم کس بات پر راضی ہے اور کس بات پر ناراض ہے؟ یہ بتانا صرف آقائے نامدار ﷺ کا کام ہے اللہ کا رسول ﷺ اللہ کی اطاعت کا نمونہ ہیں وہ جو کچھ کہتے ہیں اللہ کے حکم کے مطابق فرماتے ہیں جو عمل کرتے ہیں وہی اطاعت الٰہی ہے لہٰذا رسول ﷺ کی پیروی ہی ہمیشہ کے لئے کامیابی کی ضمانت ہے اللہ کی رحمت کو پانے کا ذریعہ ہے جتنا کوئی آپ ﷺ کی پیروری سے باہر نکلتا ہے اتنا ہی اپنے آپ کو رحمتِ الٰہی سے دور کر لیتا ہے اور رحمت الٰہی سے دوری کا معنی ہے عذاب الٰہی میں گرفتاری اور عذاب کی کئی صورتیں ہیں' فساد' جھگڑا' قتل و غارت گری دہشت گردی یہ سب اس لئے ہے کہ اللہ کی رحمت سے دوری ہے اور عذاب سے بچنے کے لئے یا عذاب کو دور کرنے کے لئے اللہ کی رحمت کو پانا شرط ہے اور اللہ کی رحمت اطاعت الٰہی اطاعت رسول ﷺ اور اطاعت احکام قرآن حکیم سے وابستہ ہے لیکن ہمارے آج کے بزعم خود دانشور یہودیوں کے پروپیگنڈے کے زیر

اثر آ کر سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دہشت گردی کی وجہ دینی مدارس ہیں وہاں شدت پسندی کی تعلیم دی جاتی ہے لہٰذا قرآن وحدیث پڑھانے والے مدارس کو بند کر دینا چاہیے حالانکہ دہشت گردی عذاب الٰہی ہے اور اس کا سبب قرآن وحدیث کی تعلیم دینے والے نہیں قرآن وحدیث سے دور رہنے والے لوگ ہیں۔ جو لوگ قرآن وحدیث کو جاننے سے بھی معذور ہیں وہ تو جانتے ہی نہیں تو عمل کیا کریں گے۔ عمل کی توفیق بھی جاننے کے بعد ہی ہوتی ہے اگر مدارس میں قال اللہ اور قال رسول اللہ ﷺ ہی نہ ہوتا تو آج نجانے ہمارا کیا حشر ہوتا اور جہاں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی تعلیمات نہیں ہیں وہاں کا حشر بھی ہمارے سامنے ہے اخلاقی اعتبار سے تباہ حال اقوام ہیں لیکن یہی اقوام مغرب ہیں جنہیں تجارت میں سیاست میں عدل میں کامیابیاں بھی نصیب ہیں لیکن اگر تجزیہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جہاں جہاں انہیں کامیابی مل رہی ہے وہاں انہوں نے وہ اصول اپنائے ہیں جو قرآن وسنت میں ہیں اگر وہ تجارت میں کامیاب ہیں تو ان کے تجارتی اصول قرآن وسنت سے مستعار ہیں غرض انکی دنیاوی ساری کامیابیاں قرآن وسنت کی رہین منت ہیں۔ انہوں نے قرآن وسنت کا مطالعہ کر کے اسلام کے سنہری اصول اکٹھے کر کے اپنے لئے راہ عمل بنائی اور اس کے اصول بنا کر اُن پر اپنی تجارت وسیاست کی بنیاد رکھی ہے وہ ان اصولوں پر سختی سے کاربند رہتے ہیں کیونکہ انہیں علم ہے کہ ان اصولوں پر کاربند رہنے میں ہی ترقی کا راز ہے۔ سو جو بھی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق عمل کرے گا اُسے دنیاوی فائدہ ضرور ہوگا اگرچہ اخروی فائدے کے لئے ایمان شرط ہے جس کا آخرت پر ایمان ہی نہیں وہ آخرت کے لئے عمل ہی نہیں کرتا تو اُسے آخرت میں کیا ملے گا یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی گاہک دکاندار کو رقم دے کر کوئی چیز خرید لے پھر وہ یہ شکوہ نہیں کرتا کہ دکان میں اور بھی چیزیں تھیں باقی ساری چیزیں بھی اسے ملنی چاہیے تھیں۔ اسی طرح جو بندہ آخرت پر یقین نہ رکھتے ہوئے اسلام کے اصولوں پر عمل کرتا ہے اس کا بدلہ اسے دنیا میں مل جاتا ہے آخرت پر اس کا یقین نہیں سو آخرت میں اسے کچھ نہیں ملے گا بندہ مومن کا تو آخرت پر بھی ایمان ہے وہ آخرت کو مقدم رکھ کر عمل کرتا ہے اسے دنیوی اور اخروی فائدہ ضرور ہوگا لہٰذا مومن کو ایمان اور عمل صالح کے باعث دنیا میں بھی فائدہ ہوتا ہے اور آخرت میں بھی کامیابی عطا ہوتی ہے۔ سو اتباع نبوی ﷺ کرنے کے لئے **وسارعوا الی مغفرة من ربکم** اللہ کی مغفرت پانے کے لئے دوڑو۔ فرمایا یہ مقام مشورے کرنے کا نہیں نہ سوچ بچار کرنے کا ہے اپنی پوری طاقت لگا دو۔ یہ بڑی واضح بات ہے کہ جہاں آدمی چل کے جا سکتا ہے وہاں دوڑ کر کیوں جاتا ہے؟ اس لئے کہ پوری طاقت لگا کر منزل پر جلد پہنچ جائے تو فرمایا اتباع رسالت کے لئے دوڑو اپنی پوری قوت لگا دو کہ حضور نبی کریم ﷺ کا اتباع نصیب ہو۔ **وجنتہٗ عرضُها السمٰوٰتُ والارضُ اُعدت للمتقین ○** اور اتباع رسالت ﷺ میں وہ جنت نصیب ہوتی ہے جس کی چوڑائی تمام زمینوں اور آسمانوں سے وسیع تر ہے اور یہ اللہ کے نیک بندوں کے لئے تیار کی گئی ہے جنت اپنی ساری خوبیوں نعمتوں زینتوں آرائشوں اور کمالات کے ساتھ اُن لوگوں کی جائے رہائش ہے جو نبی ﷺ کا اتباع اپنی دنیا کی عملی زندگی میں کرتے ہیں دل میں ایمان و یقین رکھتے ہیں انکی عملی زندگی حضور ﷺ کے اتباع واطاعت میں ہوتی ہے۔

یاد رہے دنیوی زندگی آخرت کے تابع ہے دنیوی زندگی بالکل اس طرح ہے جس طرح درخت کا سایہ ہوتا ہے سایہ کبھی مستقل نہیں ہوتا اور درخت ایک مستقل وجود ہوتا ہے۔ اسی طرح آخرت ایک

مستقل جہان ہے دنیا محض ایک سایہ ہے ایک خاص مدت تک کے لئے دنیا بنائی گئی ہے جو عارضی اور لحاتی آزمائش اور امتحان کے لئے ہے جب انسان اس سے گزر جائیں گے تو اس کی بساط لپیٹ دی جائے گی یہ نہیں رہے گی اور آخرت ہمیشہ ہمیشہ رہے گی سو ہمیشہ رہنے والی زندگی جیسی ہوتی ہے دنیاوی زندگی اس سے متاثر ہوتی ہے اگر کسی کی آخرت سدھرتی ہے تو دنیا میں بھی اسے سکون حاصل ہوتا ہے اور جس کی آخرت برباد ہوتی ہے اسکی دنیاوی زندگی بھی یقیناً بے سکون اور بے چینی ہوتی ہے۔ "الابریز" میں ایک واقعہ ملتا ہے مصنف فرماتے ہیں کہ انکے صوبے کا گورنر بڑا ظالم شخص تھا بادشاہ نے اسے گورنری سے معزول کر دیا مصنف فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے شیخ کو یہ خبر سنائی تو شیخ نے فرمایا کہ نہیں یہ گورنری پر بحال ہو جائے گا کیونکہ جہنم میں اس کے لئے جو عذاب تیار ہو رہے ہیں ان میں مزید اضافہ ہو رہا ہے اس کا مطلب ہے یہ گورنری پر قائم رہے گا اور مزید ظلم کر کے اپنے عذابوں میں بڑھوتری کروائے گا اگر اسکے ظلم رک گئے ہوتے تو اس کے عذاب بھی مزید نہ بڑھتے اور لکھتے ہیں کہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ وہ بحال ہو گیا اور اسے جو مہلت دی گئی تھی اس نے مزید ظلم کر کے اپنے لئے مزید عذاب اکٹھا کیا۔ تو یہ اللہ کا اپنا نظام ہے کہ جن کی آخرت میں سدھار اور بہتری آتی ہے اس کا پرتو دنیوی زندگی پر بھی آتا ہے ان کی دنیوی زندگی نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں پر گزرتی ہے۔ پھر اگلی آیات میں تشریح کی گئی کہ متقی لوگ کون ہیں جن کے لئے جنت تیار کی گئی ہے وہ ایسے لوگ ہیں الذین ینفقون فی السرآءِ والضرآءِ . جو فراخی میں بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور تنگی میں بھی۔ ہر دو حالت میں ان کا کردار اطاعت الٰہی سے باہر نہیں جاتا اگر کبھی تنگی آ جائے افلاس آ جائے عہدہ چلا جائے طاقت وقوت پاس نہ رہے تو گھبرا کر غیر اللہ کی طرف نہیں بھاگتے ہر حالت میں اللہ کی اطاعت کرتے ہیں۔

قرآنی اصطلاح میں "انفاق" کے معنی بہت وسیع ہیں انفاق صرف مال خرچ کرنے کا نام نہیں "انفاق" سے مراد ہے ہر قوت صلاحیت جو اللہ نے ہی عطا کی ہے اسے اللہ کی راہ میں لگا دینا اگر کسی کے پاس علم ہے تو اللہ کی رضا کے لئے اسے پھیلائے کسی کے پاس ہنر ہے تو وہ اللہ کی رضا کے لئے لوگوں کے کام آئے گویا تمام صلاحیتوں کو اللہ کی مخلوق کی بہتری کے لئے استعمال کرنا اور اللہ کی رضا کے لئے کرنا انفاق ہے۔

والکظمین الغیظ والعافین عن الناس . متقین کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ غصے کو ضبط کرتے ہیں غصہ ضبط کرنے سے یہ مراد ہے کہ وہ اپنی انا کی تسکین کیلئے کچھ نہیں کرتے کہ کسی سے ناراض ہوئے تو اس کا سر قلم کر دیا اور کسی پر فریفتہ ہوئے تو تمام حدود بالائے طاق رکھ دیں۔ انکے فیصلے جذبات کے تابع نہیں ہوتے وہ ذاتی تسکین کیلئے ذاتی شہرت کے لئے نمائش کے لئے نیکی نہیں کرتے بلکہ اللہ کی اطاعت میں کرتے ہیں یعنی انکے انسانی جذبات اطاعت الٰہی کے اندر رہتے ہیں۔

انسان کی دو قوتیں ایسی ہیں جو انسان پر غلبہ پالیں تو انسان انکے آگے بے بس ہو جاتا ہے ایک قوت غضبیہ دوسری قوت شہوانیہ متقین کی یہ صفت ہے کہ انہیں ان دو قوتوں پر کنٹرول حاصل ہو جاتا ہے وہ جذبات سے مغلوب نہیں ہوتے اپنے جذبات پر غالب رہتے ہیں اس لئے کہ اللہ کی رضا کے حصول کی خواہش ان پر غالب رہتی ہے۔

والعافین عن الناس . وہ اللہ کی مخلوق سے درگزر کرتا ہے انکی بہتری چاہتا ہے انہیں سزا دینے اور ایذا پہنچانے کے درپے نہیں رہتا اللہ کی مخلوق کے لئے بہتری اور بھلائی چاہنے والا ہوتا ہے۔ واللہ

حب المحسنین ○ یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے۔اللہ محسنین سے محبت کرتا ہے محسنین کون ہیں؟ جو خلوص دل سے اللہ کی اطاعت کرتے ہیں۔حدیث جبرائیل میں ملتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں سوال پیش کیا گیا کہ فرمایئے احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ان تعبداللہ کانک تراہ' وان لم تکن تراہ فانہ' یراک اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے تو اس کے روبرو ہے اور اگر تیرے دل میں اتنی صفا نہیں ہے اتنی نورانیت نہیں ہے کہ تو جان سکے کہ اللہ تیرے روبرو ہے تو یہ یقین تمہیں کم از کم ہونا چاہیے کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔اگر تو اللہ کو نہیں دیکھ رہا تو اللہ تجھے دیکھ رہا ہے اور عبادت صرف نماز روزہ نہیں ہر کام عبادت ہے جب وہ اللہ کے روبرو کیا جائے یہ کیفیت ہر کام میں مطلوب ہے یعنی کوئی بھی کام ذاتی شہرت ذاتی خواہش اور وقتی فائدے کے لئے نہیں اللہ کی رضا کے لئے کرے۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ بندہ جب بدکاری کرتا ہے تو اس سے ایمان نکل جاتا ہے اور جب فارغ ہوتا ہے تو ایمان لوٹ آتا ہے اس کی شرح میں محدثین کرام لکھتے ہیں کہ جب بندہ بدکاری میں مصروف ہوتا ہے تو اسے یہ خیال نہیں رہتا کہ اللہ کریم دیکھ رہا ہے اور اگر اُسے یہ احساس ہو تو کوئی بھی شخص اللہ کریم کے سامنے اسکے روبرو یہ کام کیسے کر سکتا ہے تو اللہ کے روبرو ہونے کا احساس رخصت ہو جائے تو گویا ایمان چلا جاتا ہے اور گناہ کے بعد جب احساس گناہ ہو جائے تو ندامت ہوتی ہے کہ کیا غلط کام ہو گیا تو ندامت گویا ایمان کا واپس آنا ہے۔

ان آیات میں متقین کی صفات بتائی گئی ہیں کہ وہ اللہ کی عطا کی ہوئی نعمتیں قوتیں صلاحیتیں اپنا سرمایہ اپنا علم وہنر اور تمام کمالات فراخی اور تنگی دونوں حالتوں میں اللہ کی راہ میں استعمال کرتے ہیں۔ جذبات کی رو میں بہہ کر کسی کا کچھ نہیں بگاڑتے اپنی ذاتی پسند وناپسند پر کسی کا بھلا بُرا نہیں چاہتے۔لوگوں سے درگزر کرتے ہیں لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرتے ہیں انہیں معاف کرتے رہتے ہیں اور اپنے جذبات کو قابو میں رکھتے ہیں۔ واللہ یحب المحسنین ۔اللہ احسان کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔محسنین اللہ کے روبرو رہ کر اسکی اطاعت میں لگے رہتے ہیں اللہ کی عظمت کا یقین رکھتے ہوئے اسے حاضر وناظر جانتے ہو۔اللہ کو اپنے پاس اپنے قریب اپنے ساتھ سمجھتے ہوئے اللہ کی رضا کے لئے محنت کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن سے اللہ محبت کرتا ہے۔

ضرورت رشتہ

جنس ______ لڑکی

عمر ______ 27 سال

تعلیم ______ بی اے

رہائش ______ راولپنڈی

خوبصورت' خوب سیرت

باپردہ' ذاکرہ

والدین رابطہ کریں۔سلسلہ عالیہ کے ساتھی کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ

0322-5153627

سوال و جواب

امیر محمد اکرم اعوان

دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال 06-10-2007

سوال :- مندرجہ ذیل تین آیات میں عبادت، جنت اور دوزخ کے لئے جنوں اور انسانوں کو برابر بتایا گیا ہے یہ برابری کیسے ممکن ہے؟

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ٥ الذریت آیت ۵۶

لم یطمثھن انس قبلھم ولا جآن ٥ الرحمٰن آیت ۵۶

لاملئن جھنم من الجنتہ والناس اجمعین ٥ ھود آیت ۱۱۹

جواب :- بنیادی طور پر یہ سوال جنوں اور انسانوں کی برابری کا کیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں اول و آخر جہاں بھی جنات کا ذکر آیا ہے وہاں اطاعت پر دخول جنت کی بات نہیں کی گئی البتہ عذاب الیم یعنی دردناک عذاب سے بچائے جانے کی خوشخبری دی گئی ہے۔ قرآن حکیم میں ملتا ہے کہ جنات کے ایک گروہ نے نبی کریم ﷺ کو تلاوت فرماتے سُنا۔ مکہ مکرمہ میں مسجد جن بحمد اللہ ابھی تک موجود ہے وہاں انہوں نے قرآن حکیم سنا اور اپنی قوم کو جا کر بتایا کہ ہم میں اللہ کا نبی ﷺ مبعوث ہوا ہے ہم نے اُن سے ہدایت کی بات سنی تو ہم ان پر ایمان لے آئے۔ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے سو ہم اس پر ایمان لائے ہیں۔ قرآن حکیم میں دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے بہتر ہے کہ اللہ کی اطاعت کر لو۔ یجد کم من عذاب الیم تمہیں دردناک عذاب سے بچا لیا جائے گا جنات کے دخول جنت کے بارے کوئی آیت قرآن حکیم میں نہیں ملتی۔

قرآن حکیم میں جہاں جنات کی بات آتی ہے اس میں اُن کے لئے حکم آتا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت اور اطاعت کریں یا پھر وعید آتی ہے کہ اگر اطاعت نہ کریں گے تو جہنم میں جائیں گے لیکن اگر نافرمانی چھوڑ کر اللہ کی اطاعت کریں گے تو دردناک عذاب سے بچا لئے جائیں گے۔ لہٰذا پورے قرآن حکیم میں جہاں بھی اعمال کی جزا کا تذکرہ ہوا ہے وہاں جنات کے لئے اطاعت کی جزا میں جنت کا وعدہ نہیں بلکہ دوزخ سے بچائے جانے کا وعدہ ملتا ہے اور نافرمانی و سرکشی پر جنات کے جہنم جانے کا ذکر ملتا ہے۔

اللہ نے چار قسم کی مخلوق مکلف بنائی ہے۔ فرشتے اللہ کی عبادت واطاعت کے مکلف ہیں لا یعصون اللہ ما امرھم ویفعلون ما یؤمرون ۔ وہ کبھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔ فرشتوں کے مقابل شیاطین ہیں اگرچہ شیاطین جنوں میں سے ہیں ابلیس کے بارے ارشاد ہے کان من الجن ففسق عن امر ربہ لیکن جو شیطان ابلیس کی نسل میں سے ہیں انکی اکثریت کو توفیق اطاعت ہوتی ہی نہیں البتہ کچھ خوش نصیب ہیں جنہیں توبہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ شیطان کو توبہ کی توفیق نہیں ہے اور ابلیس کی اولاد میں سے بھی اکثر کو توبہ کی توفیق عطا نہیں ہوتی لیکن ایک شیطان کے علاوہ دوسروں کے لئے یہ قانون نہیں ہے کہ انہیں توبہ نصیب نہ ہو اُن میں سے بھی بعض نے توبہ کی ہے جیسے ایک جن کا حضور اقدس ﷺ کے پاس حاضری کا واقعہ سیرت پاک کی کتب میں ملتا ہے کہ ایک ضعیف العمر جن حضور ﷺ کی خدمت عالی میں حاضر

وا اور اس نے پہلے انبیاء کے نام مبارک لئے خصوصاً حضرت موسیٰؑ ر حضرت عیسیٰؑ کا سلام آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا اور کہا ضور ﷺ میں ان انبیاء کرامؑ کی خدمت عالی میں رہا ہوں انہوں نے مجھے آپ ﷺ کے بارے اطلاع دی تھی جو اُن کی کتابوں میں ھی اور فرمایا تھا کہ تمہاری عمریں چونکہ لمبی ہوتی ہیں تو جب تم نبی آخر زماں ﷺ کا زمانہ پاؤ تو انہیں میرا اسلام پہنچانا۔ چونکہ شیطان کو قیام یامت تک کی عمر دے دی گئی ہے تو اس کی نسل میں بھی بہت لمبی ریں چلتی ہیں آپ ﷺ نے پوچھا تمہاری کتنی عمر ہے؟ اس نے رض کی جب ہابیل نے قابیل کو قتل کیا تھا اس وقت میں بچہ تھا۔ 'حیات الحیوان' میں علامہ نے بھی یہ حدیث نقل کی ہے اس نے اپنا م بتایا اور اپنے والد کا نام بتایا اسکے باپ کا نام حیم اور اس کے باپ کا نام لاقین ہے جو ابلیس کا بیٹا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو تم ابلیس کی چوتھی پشت سے ہو۔ یوں یہ واقعہ بھی مستثنیات میں سے ہے کہ بلیس کی اولاد میں سے بھی کسی کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی عموماً ہوتی ہیں کہ یہ سراپا برائی ہوتے ہیں۔

یسری مکلف مخلوق جنات ہیں یہ انسانوں سے بہت پہلے زمین پر باد تھے علماء کرام نے تفاسیر میں لکھا ہے کہ جب یہ بگڑتے اور فساد کرتے تو اللہ کریم ابلیس کو فرشتوں کا لشکر دے کر بھیجتے سرکشوں کو غلوب کیا جاتا باقیوں کی اصلاح ہوتی اُن پر انہی میں سے ایک اکم مقرر کیا جاتا کچھ عرصہ درست حالات بیت جاتے رفتہ رفتہ پھر گاڑ پیدا ہو جاتا پھر یہی عمل دہرایا جاتا۔ جنات کی تخلیق ہی آگ سے وئی ہے اور اُن کے مزاج میں فساد ہے اس لئے انہیں بھی مکلف طاعت بنایا گیا ہے اور پہلی آیت کریمہ میں یہی فرمایا گیا ہے **وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون** کہ انسان اور جن اللہ کی طاعت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ جن اور انسان دونوں کے پاس اختیار ہے کہ وہ اطاعت کریں یا نافرمانی کرتے ہوئے انسان بھی اس حد تک چلا جاتا ہے کہ اللہ کریم نے سورۃ الناس میں فرمایا۔ **یوسوس فی صدور الناس من الجنته والناس** ۔یعنی بُرائی کرتے کرتے شیطان کے ساتھ ملا کر پکارا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو شیطان انسانوں میں سے ہوتا ہے وہ زیادہ خطرناک ہے۔

علمائے کرام لکھتے ہیں کہ فرشتے تو نوری مخلوق ہیں انہیں جنت و دوزخ سے کوئی سروکار نہیں جنکی ڈیوٹی جنت میں لگی ہے انہیں جنت کی نعمتوں سے حظ نصیب نہیں وہ وہاں محض اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہیں جنکی ڈیوٹی جہنم میں لگی ہوئی ہے وہ جہنم میں اپنی ڈیوٹی پوری کریں گے انہیں جہنم کے عذابوں سے کوئی سروکار نہیں۔ اُن کے پاس نفس نہیں نہ مادی وجود ہے نہ ضروریات جسمانی ہیں نہ انہیں کوئی تکلیف ہے۔ نہ کھانا ہے نہ نیند کی حاجت ہے اُن کے لئے عبادت لازم ہے اور وہ اطاعت کرتے رہتے ہیں۔ شیطان نے انکار کر دیا وہ دوسری طرف چلا گیا پیچھے رہ گئے جن اور انسان تو جو جن اطاعت کریں گے وہ جہنم جانے سے بچ جائیں گے اور یہی اُن کے لئے کامیابی ہے۔ البتہ حساب کتاب ساری ہی مخلوق کا ہوگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا حساب جانوروں کا بھی ہوگا اگر کسی جانور نے دوسرے جانور سے زیادتی کی ہوگی تو اُسے بھی بدلہ دلوایا جائے گا اس حساب کتاب کے بعد ساری مخلوق فنا کر دی جائے گی اطاعت گزار جنات بھی ختم ہو جائیں گے اور عذاب سے بچ جائیں گے نافرمان اور سرکش جنات وشیاطین جہنم چلے جائیں گے۔ جن ایک ایسی مخلوق ہے جس میں نبوت نہیں ہے جنات بنی آدم میں مبعوث رسولوں کے تابع ہیں انہیں حضرت آدمؑ سے لیکر حضور ﷺ تک اپنے اپنے دور میں انبیاء کی اطاعت کا حکم ہوا لیکن اُن کے پاس معرفت باری کا وہ معیار نہیں۔ جو نبوت کے طفیل نصیب ہوتا ہے۔ باقی برکات اور

لذات دنیوی انہیں بھی نصیب ہوتی ہیں آخرت میں انہیں عذاب سے بچایا جائے گا لیکن جنت میں داخل نہیں ہوں گے بالآخر ختم ہو جائیں گے بلکہ جو جہنم جائیں گے وہ بھی اپنی سزا پوری کرنے کے بعد ختم کر دیئے جائیں گے اور اللہ کریم نے اس آیت مبارکہ میں فرمایا ہے کہ جن اور انسان اللہ کی عبادت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں تو جنوں کا عبادت کرنا ان کے اپنے اعتبار سے ہے اس کے عوض انہیں معاف کر دیا جائے گا جو عبادت نہیں کرتے انہیں سزا دی جائے گی ان کے لئے خلود فی النار ہوگا۔

دوسری آیت مبارکہ سورۃ الرحمٰن کی ہے جس میں جنت کی ایک مخلوق حور کا تذکرہ آیا ہے اور حور کی تعریف کی گئی ہے کہ اس کو کسی جن یا انسان نے مس تک نہیں کیا۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ جنات جنت میں جائیں گے اور انہیں ایسی حوریں عطا کی جائیں گی یہ باعتبار آخرت کے نہیں۔ بلکہ اس بات کا یہاں رد فرمایا گیا ہے کہ جس طرح دنیا میں بعض خواتین کو جن کا اثر ہو جاتا ہے یا وہ مس کر جاتے ہیں ایسی کوئی صورت جنت کی حوروں کے ساتھ نہیں ہوگی۔ تیسری آیت ہے **لاملئن جهنم من الجنةِ والناس اجمعين**......اس میں تو کوئی استعباد ہے ہی نہیں کہ وہ اپنے گناہوں کی پاداش میں جہنم میں جائیں گے لیکن انسانوں اور جنوں کے جہنم کی سزاؤں میں ایک فرق ہے وہ یہ کہ جن اپنے کردار کی سزا بھگت کر جہنم سے نکال کر نابود کر دیئے جائیں گے لیکن انسان ہمیشہ ہمیشہ وہاں رہے گا انسان اور جن اس طرح برابر نہیں ہیں۔

چوتھی مکلف مخلوق اشرف المخلوقات انسان ہے انسانوں کی فضیلت نبوت کی ہے انسان کی روح عالم امر سے ہے اور یہ اس کی منفرد صفت ہے اس فضیلت میں اسکے ساتھ کوئی اور مخلوق شریک نہیں۔ جن اگر اطاعت کرتا ہے تو دنیا کی نعمتیں پاتا ہے لیکن اخروی نعمتیں اس کے لئے نہیں ہیں کیونکہ اس کے لئے دائمی زندگی نہیں ہے اس کی روح عالم امر سے نہیں ہے۔ انسان اس اعتبار سے ایک ایسی مخلوق ہے جس کی نظیر دوسری مخلوق میں نہیں فرشتوں کو اتنے مقدس و پاک ہونے کے باوجود یہ نعمت نہیں ملی یہ صرف انسان کا حصہ ہے۔

اللہ کی ساری مخلوق اسکی اطاعت کرتی ہے لیکن ساری مخلوق صرف حکم کی اطاعت کرتی ہے یہ جانے بوجھے بغیر اطاعت کرتی ہے کہ حاکم کون ہے؟ کیسا ہے؟ یہ سوال انسان کے سوا کسی اور مخلوق کے دل میں پیدا ہی نہیں ہوتا اور نہ کسی مخلوق کے ذہن میں آسکتا ہے اللہ کو پہچاننے کی طلب معرفت الٰہی کی بات کرنے کی نعمت صرف انسان کا حصہ ہے انسان کی روح عالم امر میں سے ہے اور عالم امر کو فنا نہیں۔ فنا خلق کے لئے ہے امر اللہ کی صفت ہے اور جس طرح اسکی ذات ابدی ہے اسی طرح اس کی ساری صفات بھی ہمیشہ کے لئے ہیں۔

قرآن حکیم میں روح کے بارے **قل الروح من امر ربی** انہیں فرما دیجئے کہ روح اللہ کے امر میں سے ہے۔

وما اوتيتم من العلم الا قليلاً لیکن یہ جاننا تمہارے علم شعور اور استعداد سے بالاتر ہے کہ روح کو امر سے کیسے بنایا گیا۔ اور نہ ہی اس کی تفصیل دی گئی ہے۔ لہٰذا سمجھنے کے لئے اتنا ہی جاننا ضروری ہے کہ یہ اللہ کی صفت امر سے ہے۔

خلاصہ یہ کہ جنات اور انسان دونوں مکلف ہیں لیکن مکلف ہونے میں فرق ہے ہم دو افراد کام پر لگاتے ہیں ایک مزدور دوسرا کاریگر مزدور مشقت زیادہ کرتا ہے اور کاریگر اپنے فن کی اجرت لیتا ہے جو مزدور سے زیادہ ہے اس لئے کہ مزدور کے پاس وہ فن نہیں وہ کمال نہیں اسی لئے انسانوں اور جنوں کا فرق سمجھ لیں۔ انسانوں کے پاس نور نبوت ہے، منصب نبوت ہے جنات کے پاس وہ نہیں معرفت باری کو پانے کی جو استعداد اللہ نے انسان کو دی ہے وہ جنوں کے

پاس نہیں اس لئے جو رحمت باری انسانوں پر مرتب ہوتی ہے وہ اُن سے مختلف ہے۔ اس میں انسان اور جن میں برابری نہیں۔

حوروں کے بارے میں ایک بہت بڑی غلط فہمی ہم لوگوں میں آ گئی ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ انسانوں سے اعلیٰ درجے کی مخلوق ہیں ایسا نہیں ہے۔ صرف انسان ہی اشرف المخلوقات ہے اعلیٰ درجے کی مخلوق صرف انسان ہے اس لئے کہ نبوت انسانوں میں ہے۔ جنت میں بھی اعلیٰ درجے کی مخلوق انسان ہی ہے۔ حور جنت کی مخلوق ہے اللہ نے جنت کے لئے پیدا کی جنت ہی میں رہے گی لیکن انسانوں کی خدمت کے لئے بنائی گئی ہیں حوریں اُن خواتین کا مقابلہ نہیں کر سکتیں جو دنیا میں آئیں' انبیاء پر ایمان لائیں' جنہوں نے تمام شدائد وتکالیف برداشت کیں اور اس کے ساتھ اللہ کو یاد کیا' اللہ کے حق کی اطاعت کی' اسلام پر قائم رہیں' اللہ کی اطاعت سے سرفراز ہو کر رخصت ہوئیں۔ اُن کے لئے حوریں کنیزوں اور غلاموں کا درجہ رکھتی ہیں اور مومن خواتین جنت میں داخل ہوں گی تو یہ جنت کی مالک ہوں گی انہیں اللہ پاک جنت عطا فرمائیں گے جس طرح مردوں کو جنت عطا ہو گی اسی طرح خواتین کو بھی عطا ہو گی اور حوروں کی حیثیت بطور خادمہ کی ہو گی کہ جنت کی یہ مخلوق نہ دنیا میں آئی نہ اُسے اطاعت نصیب ہوئی نہ اس نے دنیا کی تکالیف دیکھیں نہ اس نے کفر سے مقابلہ کیا نہ شیطان سے مقابلہ ہوا نہ نفس دیا گیا نہ نفس سے مجاہدہ کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر کوئی حور آسمان سے ایک ہتھیلی سامنے کر دے تو سورج کی روشنی ماند پڑ جائے گی۔ اگر غلاموں اور کنیزوں کے حسن کا یہ عالم ہو گا تو عالم انسانیت میں سے جو مرد و خواتین جنت میں داخل ہوں گی انہیں اس سے زیادہ حسن عطا کیا جائے گا وہ چہرے کنیزوں اور غلاموں سے زیادہ خوبصورت ہوں گے۔ جنہیں دیدار باری سے سرفراز کیا جائے گا اور جمال باری سے سرفراز ہونا اُن کے حسن کو بڑھاتا رہے گا یہ نعمت صرف انسانوں کے لئے ہے جو مکلف بنائے گئے زمین پر مادی ضروریات وخواہشات کے ساتھ طلب باری کے لئے محنت کرتے رہے جہاد کیے قربانیاں دیں زندگی بھر اطاعت کو شعار بنایا لہٰذا جو مخلوق جنت میں ہی پیدا ہوئی وہیں رہی اس امتحان سے نہیں گزری وہ انسان کی برابری نہیں کر سکتی اس لئے یہ غلط خیال جو عام کر دیا گیا ہے کہ خواتین کی تو جنت میں کوئی قدر و منزلت نہیں ہو گی حوروں ہی کی ہو گی اس کو سمجھ لینا چاہیئے۔

لم یطمثھن انس' قبلھم ولا جآن ○ اس آیت سے علما کرام اس بات کا رد ثابت کرتے ہیں کہ جنات جنت میں جا سکتے ہیں یہ ممکن نہیں۔ وہ فرماتے ہیں جس طرح دنیا میں جن بعض خواتین کو مَس کر لیتے ہیں اسی طرح کوئی یہ قیاس نہ کرے کہ حوروں کو بھی کسی جن نے مَس کیا ہو گا۔

جہنم میں داخلہ نافرمان لوگوں کا ہو گا' خواہ وہ انسانوں میں سے ہوں یا جنوں میں سے۔ جو گنہگار انسان جہنم میں جائیں گے اُن میں اگر ذرہ ایمان بھی ہو گا تو بالآخر وہ نجات پائیں گے اور سزا بھگت کر جنت چلے جائیں گے۔ جنت میں جانے والوں کی ایک تعداد اُن لوگوں کی ہو گی جو جہنم سے ہو کر جنت پہنچیں گے اہل جنت انہیں دیکھ کر محسوس کریں گے کہ یہ سیدھے جنت آئے بلکہ جہنم سے ہو کر آئے ہیں اور یہ فرق وہ خود بھی محسوس کریں کہ ہم سے پہلے براہ راست جنت میں داخل ہونے والے زیادہ خوش نصیب ہیں۔ جنات کو بھی ہمیشہ جہنم میں نہیں رکھا جائے گا بلکہ وہ بھی سزا بھگت کر فنا کر دیئے جائیں گے بلکہ انسانوں اور فرشتوں کے علاوہ ساری مخلوق فنا کر دی جائے گی اور انسان کو ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہو گا اللہ کریم جنت عطا کرے ہمیشہ جنت میں رکھے۔ اللہ کریم جہنم سے پناہ دے۔ جو بدنصیب کفر و شرک میں مرے دنیا میں اپنا ایمان ضائع کر کے مرے انہیں ہمیشہ جہنم میں رہنا

ہوگا اور جن کے پاس ایمان باقی ہے اعمال نہیں اُن کے لئے شفاعت ہے۔ ہوسکتا ہے انبیاء کی شفاعت سے حضور علیہ السلام کی شفاعت سے انکی جان چھٹ جائے اُن کے معصوم بچے جو فوت ہو گئے تھے وہ سفارش کریں کہ ہمارے والدین کو بھی ہمارے ساتھ جنت بھیجیں تو اللہ کریم گنہگار والدین کو ان معصوم بچوں کے طفیل معاف کردیں گے ایسے ہی اللہ کریم نے بہت سے فرشتے اس کام کے لئے پیدا کئے ہیں جو انسانوں کے لئے دعائے خیر کرتے رہتے ہیں جیسے ذکر کے معاملے میں بھی آتا ہے کہ کچھ فرشتے ایسے ہیں جنکی تخلیق کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ زمین پر گھومتے رہتے ہیں اور تلاش کرتے ہیں کہ کہیں اللہ کا ذکر ہو رہا ہو تو وہ وہاں حاضری دیں حضور علیہ السلام کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ جب کوئی فرشتہ اہل ذکر کو دیکھ لیتا ہے تو وہ دوسروں کو بلاتا ہے وہ جمع ہو جاتے ہیں اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہوتے آسمان تک جا لگتے ہیں اللہ کریم پوچھتے ہیں تم نے کیا دیکھا کہتے ہیں اللہ پاک تیرے بندے دیکھے جو تجھے خلوص سے یاد کر رہے تھے ارشاد ہوتا ہے گواہ رہو میں نے اُن سب کو بخش دیا فرشتے عرض کرتے ہیں اُن میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو کسی اور کام سے آئے اور باقی لوگوں کو ذکر میں مشغول دیکھ کر وہیں بیٹھے رہے اس انتظار میں کہ یہ لوگ فارغ ہوں تو بات کریں۔ تو اللہ پاک فرماتے ہیں میں نے ان کو بھی بخش دیا بخاری شریف میں ملتا ہے کہ ذکر کرنے والے ایسی قوم بن جاتے ہیں جنکے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا۔

ذکر تو ساری مخلوق کرتی ہے وان من شیءٍ الا یسبح بحمدہٖ. کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اللہ کا ذکر نہیں کرتی اس کا مطلب ہے ہر ذرہ' ہر پتہ' ہر تنکا' ہر پھول' ہر کلی' ہوا کا ہر جھونکا ہر چیز اللہ کا ذکر کرتی ہے گویا دنیا میں جو کچھ باقی ہے ذکر کے طفیل باقی ہے دریا غافل ہوتے ہیں تو خشک ہو جاتے ہیں پہاڑ غافل ہو تو گر جاتا ہے زمین غافل ہو تو پھٹ جاتی ہے' لاوے ابلتے ہیں' عذاب الٰہی نازل ہوتا ہے۔ بقاء کا سبب ہی ذکر الٰہی ہے لیکن ہر ایک کا ذکر جدا ہے پہاڑوں کا' ہواؤں کا' بارش کا' کائنات کے ہر ذرے کا ذکر اپنی طرح کا ہے ذکر میں تو سب مشترک ہیں لیکن انسان کا ذکر کرنا اپنی جگہ ہے اس کا احساس اپنا ہے' ادراک اپنا ہے' استعداد اپنی ہے اور مشکلات بھی اپنی ہیں ان سب کو جھیل کر وہ اللہ کو یاد کرتا ہے اس پر اجر بھی الگ مرتب ہوتا ہے۔ باقی مخلوق کا ذکر کرنا اُن کے اپنے مقام کے مطابق ہے یہی بنیادی فرق ہے انسانوں اور جنوں میں اطاعت میں دونوں شامل ہیں اطاعت کا درجہ اپنا اپنا ہے اور اسکی حیثیت کے مطابق اس پر اجر مرتب ہوتا ہے۔

سوال:- کیا مراقبات یا منازل بالا میں یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ سالک کی روح شیخ کی روح کیساتھ پرواز کرتی جارہی ہے؟

جواب:- یہ بظاہر سادہ سا مگر بہت اچھا سوال ہے۔ بہت سے احباب کو جو غلطی لگتی ہے اس جواب سے اس کا ازالہ ہوسکتا ہے منازل میں دو چیزیں ہوتی ہیں ایک ہے روح کو کسی منزل یا مراقبے کا حاصل ہو جانا اور اس کی لازمی اور یقینی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اثرات آدمی کی عملی زندگی پر وارد ہوتے ہیں۔ دوسری چیز یہ ہے کہ کسی کو مشاہدہ ہو وہ مختلف منازل کو دیکھ سکے لیکن اس مراقبے کے اثرات اس کی عملی زندگی پر وارد نہیں ہوتے یا بہت کم وارد ہوتے ہیں اس کیفیت کو سیر نظری کہتے ہیں۔ سیر نظری کی کیفیت کو سمجھنے کے لئے ایک مثال دی جاسکتی ہے کہ جیسے زمین پر سے چاند کو دیکھا جائے تو دور سے چاند کو دیکھنا اور چاند پر کھڑے ہونا یہ دو مختلف باتیں ہیں ہم زمین پر بیٹھے سورج کو دیکھتے ہیں' چاند کو دیکھتے ہیں' ستاروں کو دیکھتے ہیں اسے سیر نظری کہتے ہیں کہ ہماری نظر وہاں تک پہنچتی ہے لیکن

چاند پر کیا موسم ہیں وہاں کے کیا اثرات ہیں انہیں ہم محسوس نہیں کر سکتے۔ سورج دہک رہا ہے اسکی کرنیں ہم تک پہنچتی ہیں لیکن سورج کی سطح پر جو حدت ہے اسکے بارے علم تو ہو سکتا ہے اسکے محسوسات دور بیٹھے نہیں ہوتے اسی طرح یہ بالکل ممکن ہے کہ کسی کو مشاہدات ہوں تو وہ بہت دور تک دیکھ سکے عین ممکن ہے کہ جہاں تک شیخ کی رسائی ہے وہاں تک اسے سیر نظری حاصل ہو۔ لیکن یہ بالکل دو مختلف چیزیں ہیں مقامات تک رسائی ہونا ایک بات ہے اور مقامات نظر آنا دوسری ات ہے۔

سی سیر نظری سے جب انسان اپنی حیثیت بھلا دے تو گمراہ ہو جاتا ہے انہی چیزوں سے بہت لوگ گمراہ ہوئے۔ ہمارے ایک ساتھی تھے لطائف کرنے کے لئے حضرتؒ انہیں میرے پاس بھیجتے تھے لکل مبتدی تھے لیکن اللہ کی شان کہ انہیں مشاہدات ہونے لگے اور غلط فہمیوں میں مبتلا ہو گئے۔ حضرتؒ کے وصال کے بعد مجھے ان کا ب خط آیا جس میں انہوں نے لکھا کہ انکے منازل حضرتؒ سے گے چلے گئے تھے پتہ نہیں یہ اصول انہوں نے کہاں سے سیکھا کہ ب مرید کے منازل شیخ سے آگے چلے جاتے ہیں تو شیخ کا وصال ہو تا ہے۔ شیخ اور مرید استاد اور شاگرد ہوتے ہیں ایک شاگرد نے اد سے پرائمری تک پڑھا اس کے بعد استاد تو پرائمری ہی پڑھاتا لیکن شاگرد ایم اے تک پڑھ گیا تو کیا پرائمری کے بعد استاد کی ت واقع ہو جائے گی؟ بلکہ استاد ہونے کی حیثیت تب بھی برقرار ے گی جب شاگرد پی ایچ۔ ڈی ہو جائے گا اور استاد کی تعلیمی ت پہلے والی ہی ہوگی۔ استاد ہمیشہ استاد ہی رہے گا۔ باپ کار ہے ہل چلاتا ہے یا ریوڑ چرانے والا ان پڑھ چرواہا ہے اس کا ر جرنیل بن جائے تو کیا باپ فوت ہو جائے گا؟ ایک غریب ہے بیٹا کاروبار کرتا ہے ارب پتی ہو جاتا ہے تو کیا اب وہ باپ نہیں رہے گا؟ اسی طرح سلاسل تصوف میں ہوتا ہے کسی استاد نے لطائف سکھائے یہ اس کا احسان ہے اس کے بعد وہ نہیں سکھا سکتا یا وہ دنیا میں ہی نہ رہا اور شاگرد نے آگے سیکھا اور اس کے منازل استاد سے آگے چلے گئے تو کیا لطائف سکھانے والا استاد اب استاد کی حیثیت کھو بیٹھا؟ استاد بہر حال استاد ہی رہے گا یہی حکم حدیث شریف میں وارد ہوتا ہے کہ جس شخص سے کسی نے ایک حرف بھی سیکھا وہ اس کا استاد ہے اور اسکی عزت اس پر تمام زندگی کے لئے فرض ہے۔

سیر نظری کی بناء پر اپنی حیثیت کو بھول جانا یہ غلط فہمی ہے جو لوگوں کو لاحق ہو جاتی ہے عموماً نااہل اور کم ظرف لوگوں کو یہ غلطی لگتی ہے۔ شیخ کے ساتھ ہونے اور شیخ کی وساطت سے انوارات نصیب ہوتے ہیں ان انوارات کی روشنی میں شاگرد کی نگاہ دور تک چلی جائے تو بھی مراقبات اور منازل کی تعین صرف شیخ ہی کر سکتا ہے وہی بہتر سمجھتا ہے کہ کس کا مراقبہ کہاں تک ہے۔

نسبت اویسیہ وہ واحد قوت ہے کہ جس میں بندہ دنیا میں کہیں بھی چلا جائے توجہ نصیب رہتی ہے اور بندہ شیخ کے حسب ہدایت محنت و مجاہدہ کرتا رہے تو برکات وصول کرتا رہتا ہے خواہ ظاہری طور پر کتنا ہی دور کیوں نہ بیٹھا ہو۔ دیگر تمام سلاسل میں جہاں تک شیخ نے مراقبات کروائے وہاں تک ہی رہے گا اگر شیخ سے ظاہری طور پر دس سال دور رہے تو بھی اس کے مراقبات وہی رہیں گے جو دس سال پہلے شیخ نے کرائے اگلے مراقبات کے لئے اُسے واپس شیخ کے پاس کچھ عرصہ رہنا ہوگا۔ لیکن نسبت اویسیہ کے حامل افراد کو بالخصوص جب وہ عرشی منازل میں داخل ہو جائیں تو دنیا میں جہاں کہیں بھی ہو اُسے ترقی مسلسل نصیب ہوتی رہے گی۔

نسبت اویسیہ وہ واحد نسبت ہے جو نبی کریم ﷺ کے بعد سیدنا

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے تقسیم ہوئی باقی تمام نسبتیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے تقسیم ہوتی ہیں اس بات میں لوگوں کو اشکال ہوتا ہے کہ سلاسل تصوف تو حضرت علیؓ سے چلتے ہیں اور لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ معاذ اللہ باقی تینوں خلفائے راشدین میں کوئی کمی تھی۔ ایسی ہرگز کوئی بات نہیں۔ بلکہ چاروں خلفائے راشدین نے نبی کریم ﷺ سے برکات حاصل کیں جیسی برکات حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حاصل کیں وہ ساری برکات سیدنا فاروق اعظمؓ کو حاصل ہوئیں ساری کی ساری حضرت عثمانؓ کو حاصل تھیں ساری کی ساری حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حاصل تھیں لیکن جب بات آگے چلی تو وصول کرنے والوں کا معیار مختلف ہوگیا کسی نے کم حاصل کیا کسی نے زیادہ لہٰذا وہاں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سلاسل تصوف کی ابتداء ہوئی۔

اس سب کے باوجود جو فضیلت سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی ہے وہ اپنی جگہ مسلمہ ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری ذات سے تمام لوگوں کو بے پناہ فیض تقسیم ہوا بے پناہ مدارج ایمانی نصیب ہوئے لیکن ایک شخص ابوبکر صدیقؓ ایسا ہے کہ جس کے سینے میں اپنے سینے سے میں نے وہ کچھ انڈیل دیا جو دوسرا کوئی نہ پا سکا یہ آپ کی انفرادیت ہے۔ اسی طرح دنیا سے پردہ فرماتے وقت جو خطبہ حالتِ علالت میں آپ ﷺ نے فرمایا اس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں ہر اس شخص کا احسان میں نے چکا دیا ہے جس شخص نے بھی میرے ساتھ بھلائی کی ہے سوائے ابوبکر صدیقؓ کے انکی قربانیوں کا بدلہ میرا رب کریم ہی روز حشر عطا فرمائے گا۔ یہ دونوں احادیث مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جو کچھ سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے حاصل کیا اس میں انکی حیثیت انفرادی ہے اور پوری انسانیت میں کوئی انکی مثال نہیں حضور ﷺ کل انسانیت کے لئے نبی ہیں جو امتیں پہلے گزر گئیں اپنے نبیوں کے واسطے سے وہ بھی حضور ﷺ کی اُمت ہیں کیونکہ آپ ﷺ نبیوں کے بھی نبی ہیں اس طرح پہلی پچھلی امتوں میں سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی ذات انفرادی اوصاف کی حامل ہے خود قرآن حکیم نے انکی اس انفرادی صفت پر واقعہ ہجرت میں دلیل ارشاد فرمائی ہے کہ جب مشرکین مکہ تعاقب کرتے ہوئے غار کے سامنے پہنچ گئے تو ابوبکر صدیقؓ کو حضور ﷺ نے فرمایا لا تحزن آپ رنج نہ کریں۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو حضور ﷺ کی فکر لاحق ہوئی اور اسقدر دکھی ہوئے کہ حضور ﷺ نے تسلی دی جسے قرآن حکیم نے بیان کیا کچھ لوگوں نے یہاں بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے غلط اعتراض کیا ہے کہ وہ اپنی جان کے خوف سے ڈر گئے تو حضور ﷺ نے لاتحزن فرما کر انہیں حوصلہ دیا۔ قرآن حکیم میں حُزن کا لفظ اپنی جان کے خوف کے لئے استعمال نہیں ہوا۔ بلکہ دوسرے کی محبت میں رنجیدہ ہونے کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسے حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کے درمیان جدائی کے سبب جو دکھ حضرت یعقوبؑ کو ہوا اُسے قرآن حکیم نے حُزن کہا ہے وابیضت عینٰہ من الحزن اپنے محبوب بیٹے حضرت یوسفؑ کی جدائی میں دکھی ہو کر رونے سے انکی آنکھیں سفید ہوگئیں اس آیت کریمہ سے حزن کے لفظ کی تعیین ہو جاتی ہے کہ کسی بھی محبوب ہستی کا دکھ یا اُسے ایذا پہنچنے کا رنج یا اُس سے جدائی کا رنج ہو تو یہ حزن ہوگا۔

تمام معاملات زندگی اللہ کریم کے اپنے کام ہیں۔ حضرت یوسفؑ نے خواب دیکھا والد حضرت یعقوبؑ کو سنایا۔ نبی کا خواب بھی وحی الٰہی ہوتا ہے اور حضرت یعقوبؑ نے تعبیر دی تھی کہ اللہ انہیں بہت بلند مرتبہ دے گا۔ جب اللہ کریم نے حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کے درمیان جدائی ڈال دی اور یعقوبؑ کے بیٹے اس جدائی کا سبب بن گئے اور یوسفؑ کھو گئے اور یہ نہ پتہ چلا کہ وہ کہاں ہیں لیکن یعقوبؑ کو یقین تھا کہ وہ جہاں بھی ہیں سلامت ہیں کہ خود انہوں نے

اپنے بیٹے کے خواب کی تعبیر بتائی تھی کہ اللہ انہیں بہت بلند مرتبہ دے گا اور جب اللہ کا مقرر کردہ وقت ملاقات آیا اور یوسفؑ حکمران ہو گئے مصر کے حاکم بادشاہ ہوئے کہاں غلام بن کر مصر کے بازاروں میں بک رہے تھے پھر قید و بند میں چلے گئے اور پھر کہاں ملک کے سلطان بنائے گئے اور جب ان کے بھائی وہاں پہنچے اور بھید کھلا تو انہوں نے بھائیوں سے کہا کہ میری یہ قمیض لے جاؤ اور میرے والد گرامی کی آنکھوں پر پھیرو تو وہ انشاء اللہ درست ہو جائیں گے۔ یہیں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بزرگان دین کی استعمال شدہ چیزیں اور تبرکات بھی شفا کی حامل ہوتی ہیں ہمارے ہاں افراط وتفریط کا رویہ اختیار کرنا عادت بن چکا ہے تو کچھ لوگوں نے ان اشیاء کو اتنا بے اثر سمجھا کہ انکی تردید کر دی اور کچھ لوگوں نے انہیں اتنا موثر سمجھ لیا کہ شرک کی حد تک چلے گئے۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ جو وجود بابرکت ہوتے ہیں تجلیات باری کے حامل ہوتے ہیں انکے وجود سے مَس کرنے والی چیزوں میں اللہ کریم برکت پیدا فرما دیتے ہیں۔

جب وہ قاصد حضرت یوسفؑ کی قمیض لے کر مصر سے نکلا تو یعقوبؑ نے فرمایا جو قرآن میں مذکور ہے اِنی لا جدُ ریح یوسفَ لولآ ان تفندون مجھے آج یوسفؑ کی خوشبو آ رہی ہے اگر تم یہ نہ کہو کہ میں بوڑھا ہو کر بے معنی اور مہمل بات کر رہا ہوں۔ بیٹوں نے کہا آپ یوسف کی محبت میں گرفتار ہیں اور اسی پرانی بات میں پھنسے ہوئے ہیں اور یہی بات آپ کے دل میں بیٹھ گئی ہے انک لفی ضللک القدیم۔ پھر جب وہ قاصد پہنچا اور قمیض آپ کی آنکھوں پر پھیری تو آپؑ کی آنکھیں بینا ہو گئیں اللہ نے انکی بینائی لوٹا دی۔ اس واقعے میں یہاں پہنچ کر ایک سوال اُٹھتا ہے کہ یعقوبؑ کے قریب ہی کنعان کے کنوئیں میں حضرت یوسفؑ پڑے رہے اور یعقوبؑ کو خوشبو نہ پہنچی اور اتنی دور مصر سے کُرتہ چلا اور یعقوبؑ کو خوشبو آ گئی اس بات کو بڑے خوبصورت انداز میں کہا گیا ہے۔

ز مصرش بوئے پیراہن شنیدی
چراغ گر کر چاہے کنعان شد دیدی
پسِ خورشیداں گم کردہ فرزند
کہ اے روشن گوہر پیر فرد مند

کسی نے اللہ کے اس نبی سے جس کا بیٹا گم ہو گیا تھا پوچھا کہ آپ تو اللہ کے نبی ہیں ہیرے کی طرح روشن دل رکھتے ہیں دانا اور بزرگ ہیں مصر سے پیراہن نکلا اور آپؑ نے کنعان میں خوشبو پالی اور کنعان ہی کے کنوئیں میں حضرت یوسفؑ پڑے رہے تو آپ کو خوشبو نہیں آتی تو آپؑ نے فرمایا۔

احوال ما برق جہاں از بگفتہ حال ما

یعنی وہ کہنے لگے کہ ہمارا حال اللہ کی طرف سے یہ ہے کہ جیسے بجلی چمکتی ہے تو ساری کائنات ک[illegible]ن کر دیتی ہے۔ اگر اللہ منکشف کر دے تو ساری کائنات کھول کر رکھ دے جیسے بجلی چمکتی ہے تو آسمان وزمین روشن ہو جاتے ہیں آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور اتنی روشنی ہوتی ہے کہ قریب و دور ہر چیز نظر آتی ہے اور دوسرے ہی لمحے کوئی پتہ نہیں چلتا کہ کونسی چیز کہاں ہے ایک لمحہ آتا ہے کہ عرش علیٰ تک دیکھتے ہیں اور دوسرے لمحے میں اپنے پاؤں کی پشت بھی نظر نہیں آتی یعنی اللہ جو دکھا دے وہ دیکھ لیتے ہیں اور جو وہ نہیں دکھاتا وہ ہم سے گم رہتا ہے کہ قدرت کاملہ تو اُسی کے پاس ہے۔

بات چل رہی تھی سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی منفرد خصوصیت کی جس کا تذکرہ قرآن حکیم میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا لاتحزن ان اللہ معنا. آپ رنج نہ کریں اللہ ہم دونوں کے ساتھ ہے یہاں ان اللہ معنا اللہ کی معیتِ اللہ کے ساتھ ہونے کی بات میں دو ہستیوں کا نام آیا ہے انبیاء میں محمد رسول اللہ ﷺ اور غیر

انبیاء میں حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ قرآن کریم کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ معیت باری انبیاءؑ کو ہر آن نصیب ہوتی ہے لیکن یہ معیت صفاتی ہوتی ہے۔ موسیٰؑ کو اللہ پاک نے حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ موسیٰؑ نے عرض کی میرے بھائی کو بھی میرے ساتھ کر دیں وہ میری طاقت بن جائے گا میری زبان میں لکنت ہے اور اسکی زبان میں روانی ہے اور مجھے فرعون سے یہ خطرہ بھی ہے کہ وہ مجھے دیکھتے ہی بات سننے سے پہلے ہی قتل نہ کرا دے اللہ کریم نے فرمایا **انی معکما اسمع و اری** یہاں معیت اللہ کی طرف سے دائمی ہے لیکن صفاتی ہے اسی طرح جب بنی اسرائیل فرعون کے چنگل سے بچ کر بھاگے اور سمندر [illegible] پہنچے او[ر] پیچھے فرعون کا خطرہ تو بعض کہنے لگے [illegible] **لمدرکون** ہم تو پکڑے گئے مارے گئے تو موسیٰؑ نے فرمایا **ان معی ربی سیھدین** میرا پروردگار میرے ساتھ ہے راستہ بنا دے گا۔ یہاں بھی اللہ استعمال نہیں فرمایا بلکہ فرمایا میرا رب میرے ساتھ ہے ربوبیت اللہ کی صفت ہے رب اللہ کا صفاتی نام ہے یہاں بھی معیت ہے لیکن صفاتی ہے۔ تو قرآن [illegible] تمام انبیاء کو ہر آن ہر لحظہ معیت باری حاصل رہتی ہے لیکن معیت باری صفاتی ہوتی ہے انبیاء کو نبوت وہبی طور پر ملتی ہے کوئی بھی شخص محنت و مجاہدہ کر کے نبی نہیں بن سکتا یہ اللہ کی طرف سے عطا ہوتی ہے اور اللہ جسے نبی بناتا ہے پھر اس سے نبوت واپس نہیں لیتا۔

مومنین کو معیت نصیب ہوتی ہے لیکن بندے کی صفت پر مرتب ہوتی ہے جیسے قرآن حکیم میں آتا ہے ان اللہ مع الصابرین۔ ان اللہ مع المتقین۔ **ان اللہ مع المحسنین**۔ اللہ [illegible] والوں کے ساتھ ہے اللہ متقین کے ساتھ ہے اللہ خلوص دل سے اللہ کی عبادت کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ ولایت میں صفات بندے کی ہیں جب تک وہ صفات [illegible] رہیں گی معیت باری اور ولایت باری نصیب رہے گی اگر بندے سے صفت صبر چھوٹ گئی تو وہ معیت سے محروم ہو جائے گا یعنی وہ اگر صبر کا دامن چھوڑ دے تو معیت سے محروم ہو جائے گا گویا ولایت حاصل بھی کی جا سکتی ہے اور لغزش پہ ضائع بھی ہو سکتی ہے اگر بندے میں وہ صفات مطلوبہ رہیں گی احسان رہے گا' خلوص قلب رہے گا اطاعت کا جذبہ جواں رہے گا تو ولایت نصیب رہے گی اور اگر کسی لمحے وہ اطاعت چھوڑ دیتا ہے یا اس کے دل سے خلوص اُٹھ جاتا ہے تو معیت ختم ہو جاتی ہے۔

قرآن حکیم سے یہ دو اصول واضح ہوئے کہ انبیاء کو ہر آن معیت باری حاصل رہتی ہے مگر صفاتی ہر ولی کو اپنی حیثیت کے مطابق معیت باری نصیب ہوتی ہے لیکن اس کا انحصار ولی کی صفات پر اور انسان کے اوصاف پر ہوتا ہے اور کل انسانیت میں دو ہستیاں ایسی ہیں جنکو اللہ کی معیت ذاتی حاصل ہے انبیاء میں محمد رسول اللہ ﷺ اور غیر انبیاء میں ابوبکر صدیقؓ ان اللہ معنا اللہ ہم دونوں کیساتھ ہے اللہ کی طرف سے معیت ذاتی ہے اور مخلوق میں سلطان الانبیاء ﷺ ہیں اور غیر انبیاء میں امتیوں میں سے سیدنا ابوبکر صدیقؓ ہیں ایک ہستی انبیاء کی سلطان ہیں اور دوسری وہ ہستی ہیں جن کا غیر انبیاء میں کوئی ثانی نہیں نہ پہلی امتوں میں نہ اس امت میں نہ قیامت تک آنے والے لوگوں میں۔ امتیوں میں سے کوئی دوسرا فرد ایسا نہیں ملتا کہ اس کی ذات کو اللہ کی ذاتی معیت حاصل ہو اسی لئے ہر خطبے میں آپ سنتے ہوں گے کہ افضل البشر بعد انبیاء حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں اور جو نسبت ذاتی طور پر نبی کریم ﷺ سے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو نصیب ہوئی اسکی مثال کوئی مثال نہیں اور نسبت اویسیہ وہ برکات ہیں جو سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے چلتی ہیں اور اس میں بے پناہ قوت اسی تعلق کی وجہ سے ہے جو سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو حضور ﷺ سے حاصل ہے۔ مشائخ اویسیہ نے یہی کہا ہے کہ

اول ما آخر ہر منتہی آخر ما حبیب تمنا تہی

کہ باقی صوفیا فنا بقاء پر کہتے ہیں ہم نے سلوک مکمل کر لیا اور نسبت اویسیہ والے فنا بقاء کو سلوک کی ابجد کہتے ہیں ہماری انتہا یہ ہے کہ بندے کے پاس مانگنے کے لئے کچھ نہیں رہتا اُسے اتنا ملتا ہے کہ اسے سمجھ نہیں آتی کہ وہ کیا مانگے۔ قرآن حکیم میں جنتیوں کا ایک وصف یہ ہے کہ وہ اللہ سے راضی ہوں گے اور اللہ ان سے راضی ہوگا تو مفسرین اسی کی تفسیر میں لکھتے ہیں جنتی تو زندگی بھر مجاہدے کرتے' راتیں اسکی عبادت میں صرف کرتے دن بھر فرائض ادا کرتے جہاد کرتے رہے یہ تو پہلے ہی اللہ سے راضی تھے اور اللہ بھی اُن سے راضی تھا تب ہی تو وہ اللہ کے طالب بنے۔ تو پھر جنت میں جا کر راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ انہیں اتنی نعمتیں دے گا کہ وہ کہیں گے کہ اب مانگنے کے لئے کچھ نہیں بچا۔

مشائخ اویسیہ کی حالت بھی یہی ہے کہ انکی ابتدا دوسروں کی انتہا ہے ان کی ابتدا دوسروں کی انتہا سے ہوتی ہے اور انکی انتہا یہ ہوتی ہے کہ مانگنے کے لئے کچھ نہیں بچتا۔ اس لئے نسبت اویسیہ کے حامل شیخ کی ایک مجلس میں ساتوں لطائف کروا دیے جاتے ہیں جبکہ دوسرے سلاسل میں کہیں چودہ سال لگتے ہیں کہیں سات سال لگتے ہیں کہیں پانچ سال اور کہیں چار سال لگتے ہیں ہمارے ہاں نسبت اویسیہ میں شیخ کی ایک محفل میں مراقبات ثلاثہ ہو جاتے ہیں جبکہ دوسرے سلاسل میں مراقبات ثلاثہ کے حصول کے لئے لوگوں کی عمریں بسر ہو گئیں نسبت اویسیہ وہ واحد قوت ہے جس میں بندہ کہیں بھی چلا جائے تو برکات وصول کرتا رہتا ہے اُسے توجہ شیخ نصیب رہتی ہے باقی تمام سلاسل میں ایسا نہیں ہے۔

اس قوت کے باعث جو سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے قلب منور سے چلتی ہے بندے کو اگر سیر نظری حاصل ہو جائے تو اللہ کا شکر کرے کہ اللہ نے اسے ایک قوت دی ہے لیکن اپنی حیثیت نہ بھولے یہ نہ سمجھے کہ جہاں تک نگاہ جارہی ہے وہ سب کچھ اس کا ہو گیا ہے انوکھا لاڈلا بن کر چاند کو دیکھ کر اس سے کھیلنے کی آرزو کرنے والا بچہ نہ بنے۔ انوکھا لاڈلا بننے کی ضرورت نہیں۔ سیر نظری بھی شیخ کی وساطت سے نصیب ہوتی ہے اور مراقبات بھی وہی ہوں گے جن کی تعیین شیخ نے فرما دی۔

.........☆☆☆.........

ضرورت رشتہ

جنس ______ لڑکا

عمر ______ 34 سال

تعلیم ______ بی ایس سی

رہائش ______ راولپنڈی

لڑکا برسر روزگار ہے' باپردہ لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

سلسلہ عالیہ سے تعلق رکھنے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ

0303-5661782

کوئی علم یا فن کسی اُستاد کی شاگردی اختیار کیئے بغیر نہیں سیکھا جا سکتا۔ کتاب اللہ اور سُنت رسول ﷺ کا صحیح فہم حاصل کرنا کامل اور ماہر استاد کے تعلیم دینے پر موقوف ہے محض کتابوں کے مطالعہ سے کتاب اللہ کے اسرار اور سُنت رسول کریمؐ کی حقیقت سمجھ میں نہیں آ سکتی پھر اس کلیہ سے تصوف کو مستثنیٰ کیوں کیا جائے۔ اس کے سیکھنے کے لئے مرشد کامل کی ضرورت کا انکار کیوں کیا جائے۔ جب وہی اس فن کے سکھانے کی مہارت اور اہلیت رکھتا ہے کتب تصوف کے مطالعہ سے نشان راہ تو مل سکتا ہے مگر منزل تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ یہ کمالات شیخ کامل کے سینے سے حاصل ہوتے ہیں شیخ کے باطن سے اور اس کے روح سے حاصل ہوتے ہیں جس نے ولایت اور معرفت کا عملی نمونہ دیکھا ہی نہیں وہ عارف کیسے بنے گا۔ ہاں ضرورت اس بات کی ہے کہ شیخ کامل ہو دل کا اندھا نہ ہو قوی القلب ہو۔ جس کے قلب کے انوار اتنے قوی ہوں کہ سالک کی روح اور اس کے باطن کو اپنی طرف کھینچ سکے۔ (قلزم فیوضات حضرت مولانا اللہ یار خان رحمتہ اللہ)

تعاون

تاجرانِ کاٹن یارن اینڈ پی سی یارن

شیخ ناصر، شیخ عبدالستار گلی نمبر 1 بالمقابل رحمان مارکیٹ

منٹگمری بازار فیصل آباد فون 041-2617675-2611257

برطانیہ کی معروف نو مسلم صحافی خاتون کا انٹرویو

طالبان کی قید سے رہائی کے بعد قرآن کا مطالعہ کر کے اسلام قبول کرنے والی برطانوی صحافی اے وان رڈلی کسی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ گذشتہ دنوں وہ جماعت اسلامی کے اجتماع عام کے موقع پر پاکستان تشریف لائی تھیں اس موقع پر انہوں نے خصوصی انٹرویو دیا جو 19 دسمبر 2008ء کو روزنامہ خبریں میں شائع ہوا۔ قارئین المرشد کیلئے یہ انٹرویو ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے اس میں کئی موضوعات ہیں اور دیکھنے کی بات یہ ہے کہ ایمان کس طرح نقطہ نظر تبدیل کر دیتا ہے۔

انٹرویو...... نور اسلم خان

سوال۔ آپ اس وقت کن کاموں میں مصروف ہیں؟

جواب۔ میں اس وقت ''دہشتگردی'' کے خلاف جاری جنگ کے موضوع پر دو دستاویزی فلمیں بنا رہی ہوں۔ ایک فلم بدنام زمانہ امریکی قید خانے ''گوانتا ناموبے'' پر مبنی ہے جس کا نام ہے Inside Wire اس کیلئے امریکی حکومت کی ممنون ہوں کہ اس نے نہ صرف چار دنوں کیلئے گوانتا ناموبے کے اس قید خانے میں جانے کی اجازت دی بلکہ سب سے اہم بات یہ تھی کہ باہر بھی آنے دیا۔ دوسری دستاویزی فلم فلمساز حسن غنی (پاکستانی نژاد برطانوی صحافی جو برطانیہ میں ایک اسلامی ٹی وی چینل کے ساتھ کام کر رہے ہیں) کے ساتھ بنا رہی ہوں جس کا موضوع ہے ''قیدی نمبر 650'' جس کے بارے میں ہمیں یقین ہے کہ وہ ایک پاکستانی عورت ہے جس کو دو سال تک بغیر کسی الزام اور مقدمے کے بگرام میں رکھا گیا۔ اگر گواہان کی گواہی پر یقین کیا جائے تو ان کو قید کرنے والے امریکیوں کے قواعد وضوابط کے برعکس نہ صرف ان کی بار بار عصمت دری اور توہین کی گئی بلکہ ان کے ساتھ مسلسل غیر انسانی سلوک بھی روا رکھا گیا۔ اس قیدی عورت کو بالکل اس طرح کے ماحول میں رکھا گیا جس میں قیدیوں کو رکھا جاتا ہے' ان کو ایسے کھلے بیت الخلا استعمال کرنے پر مجبور کیا گیا جس کو مرد بھی استعمال کرتے رہے ایک ایسا بیت الخلاء جس میں نہ کوئی دروازہ ہوتا ہے اور نہ پردہ کر کے اپنے آپ کو ڈھانکا جا سکتا ہے۔ غسل کرنے کے لئے بھی ایک ایسی جگہ دی گئی جس کے گرد نہ کوئی پردہ تھا اور نہ کوئی پرائیوسی۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مسلمان عورت تو کیا' کسی بھی عورت کے ساتھ ایسا رویہ رکھنا انسانیت کی توہین ہے۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اس مظلوم عورت کو تلاش کر سکیں۔

سوال۔ آپ نے عیسائیت چھوڑ کر اسلام کو اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ آپ اسلام سے متاثر ہوئیں یا اسلام کے ماننے والوں سے؟

جواب ۔ میں نے اپنا عقیدہ بدلنے کا فیصلہ اس وقت کیا جب میں نے قرآن حکیم کو پڑھا اور سمجھا۔ مسلمانوں کو سمجھنے کا مرحلہ اسلام قبول کرنے کے بعد شروع ہوا۔

سوال۔ کیا آپ سمجھتی ہیں کہ اسلام' مغرب اور اس کے طرز زندگی کے لئے ایک خطرہ ہے؟ اگر نہیں تو ان کی قیادت کے لئے اسلام کے پاس کیا پیغام ہے؟

جواب۔ اسلام سے زمین کے کسی بھی حصے کو خطرہ نہیں اسلام نہ صرف خود امن اور آشتی کا مذہب ہے بلکہ ایک ایسا دین ہے جو امن

اور برداشت کی تعلیم بھی دیتا ہے۔ لوگ ہم سے یہ توقع نہ رکھیں کہ ایک ایسی صورتحال میں بھی ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے خاموش تماشائی بن کررہ جائیں ہماری زمین کی حرمت پامال کی جارہی ہو ہمارے بچوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا جارہا ہو ہماری عورتوں کی عزتیں لوٹی جا رہی ہوں اور ہمارے مردوں کو امتیازی سلوک کا نشانہ بنایا جارہا ہو۔ ایسی حالت میں ہم کیسے خاموش رہ سکتے ہیں؟ اسلام ظلم اور ظالم کے مقابلے میں امن کا علم اٹھانے کی تعلیم بالکل نہیں دیتا۔

سوال۔ آپ کے خیال میں عالم اسلام کے خلاف مغربی قیادت کی طرف سے جاری الزامات اور زیادتیوں کا سلسلہ ختم ہوگا؟

جواب۔ میرے خیال میں مغرب کو آج اس بات کی بہت زیادہ ضرورت ہے کہ وہ برداشت اور تحمل کا مطلب سمجھنے کے ساتھ ساتھ اسلام کے بارے میں زیادہ جاننے کی کوشش کرے تاکہ وہ یہ دیکھ سکے کہ اس کے لئے خطرہ نہیں ہے اگر مغرب کی قیادت اپنے ممالک کی بھلائی اور خیر خواہی کے حوالے سے اپنے ارادوں میں سچی ہوتی تو وہ ضرور جان لیتے کہ اسلام تو ان کے مقاصد کی تکمیل کیلئے بہت بڑا معاون اور مددگار ہے نہ کہ ایک ایسی شئے جس سے ڈرا جائے۔ باعمل مسلمان نہ تو شراب پیتے ہیں اور نہ منشیات استعمال کرتے ہیں۔ صحیح مسلمان تو قانون کی پابندی کرنے والے ہوتے ہیں وہ بہت مفید اعلیٰ شہری ہونے کا ثبوت دیتے ہیں۔ ایک مسلمان اللہ کی خوشنودی کیلئے جتنے بھی کام کرتا ہے وہ سارے کام تو ایک انسان کو کمال (Perfection) کی طرف لے جانے کا سبب بنتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان دوا سازی' قانون' انجینئرنگ اور سائنس کے شعبوں میں کافی نام کما چکے ہیں اگر آپ مغرب کی پیدا کردہ غلط فہمیوں کو ایک طرف رکھ کر تاریخ پر نظر ڈالیں گے تو آپ کو کئی عظیم مسلمان موجود ملیں گے۔ ان کی عظیم ایجادات ملیں گی اور کئی ایسے سائنسی سنگ میل ملیں گے جن کی بنیاد مسلمانوں نے رکھی۔ بدقسمتی سے مغرب نے ان شعبوں سے متعلق پوری تاریخ نئے سرے سے لکھی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ مغرب میں نظر آنے والی ان عالی شان عمارتوں کا تعمیر کا یہ فن مسلمان کے علاقوں سے وہاں پہنچا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود یورپ کے اندر نشاۃ ثانیہ جو تحریک اٹھی' اس کی بنیاد مسلمانوں نے رکھی تھی۔

سوال۔ آپ کے خیال میں مشرق اور مغرب کے درمیان تہذیبی تصادم کی وجہ سے جو خلیج پیدا ہوئی ہے اس کو پاٹنے اور دونوں تہذیبوں کے درمیان غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے کون سی حکمت عملی اپنائی جاسکتی ہے؟

جواب۔ کون سا تہذیبی تصادم؟ تہذیبی تصادم کیلئے تو دو تہذیب یافتہ ممالک کی ضرورت ہوتی ہے اسلام تو بلاشبہ ایک تہذیب رکھتا ہے۔ اس کے مقابلے میں امریکہ کا اپنے آپ کو تہذیب یافتہ سمجھنا تو دور کی بات ہے' ان کو تو یہ بھی نہیں معلوم کہ تہذیب یافتہ کس کو کہتے ہیں ان لوگوں نے جگہ جگہ کارپٹ بم باری' آزادیوں کو سلب کیا انسانی حقوق کو پامال کیا۔ بش انتظامیہ نے (جنگ کے قواعد وضوابط پر مبنی) جنیوا کنونشن کو پاؤں تلے روند دیا انہوں نے بین الاقوامی قوانین کو نظر انداز کیا وحشت پر مبنی تعذیب کے نت نئے طریقے اختیار کئے اور گوانتانامو بے اس کا ایک کھلا ثبوت ہے انہوں نے جھوٹ بول کر عراق پر ناجائز حملہ کیا جس کے نتیجے میں دس لاکھ سے زائد بیگناہ عراقی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے بیس لاکھ عراقی ملک کے اندر بے گھر ہوئے اور بیس لاکھ ملک سے باہر شام اور اردن کی طرف ہجرت پر مجبور ہوئے۔

سوال۔ ایک نومسلم عورت ہونے کے ناطے کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ اسلام عورت کو یہ اختیار دیتا ہے کہ وہ اپنی زندگی کی باگ دوڑ خود

سنبھال کر آزادی سے فیصلے کرے؟ نیز ایک عورت کے لئے اسلام کی دی ہوئی آزادی اور مغرب کی دی ہوئی آزادی میں کیا فرق ہے؟

جواب۔ میں یہ کہوں گی کہ اسلام ایک عورت کو بہت اختیارات دے سکتا ہے لیکن اختیار لینے سے پہلے ایک عورت کو علم سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا ہوگا۔ اگر ایک عورت یہ چاہے کہ اس کا احترام کیا جائے اور اس کو عزت دی جائے تو ایک مسلمان ہونے کے ناطے اس کو اسلام اور اپنے دین کے حوالے سے کافی معلومات حاصل کرنے کی ضرورت ہوگی۔

سوال۔ آج کے دور میں مسلم خاندان کو کن کن چیلنجوں کا سامنا ہے اور اس دور جدید میں ان کا کس طرح مقابلہ کیا جاسکتا ہے؟

جواب۔ آج مسلم خاندان کا یہ ادارہ ایک بہت بڑے خطرے سے دوچار ہے اور یہ ہم سب کے لئے ایک چیلنج ہے۔ بچے آوارہ ہو رہے ہیں۔ میری خواہش ہے کہ والدین خاص طور پر باپ اپنے بچوں کے بارے میں بھی اس قدر فکر مند رہے جس قدر وہ اپنی بچیوں کی عفت کے لئے پریشان ہوتے ہیں بچوں پر اعتماد کا عنصر بہت اہم ہے اور اس کا ہونا لازمی ہے میں خود بھی ماں ہوں اور میرے لئے یہ ایک خوفناک بات ہے کہ بچوں میں منشیات کے استعمال میں اضافہ ہورہا ہے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں میں جنسی بے راہ روی میں اضافہ ہورہا ہے شراب نوشی میں اضافہ اور تشدد کے رجحان میں حالیہ اضافہ ایک خوفناک حقیقت بنتی جارہی ہے آپ بچوں کو دنیا سے الگ تو نہیں کرسکتے۔ پس بہتر حل یہی ہے کہ ان کو اسلام کے بارے میں بتایا جائے اور اس کے بعد امید کی جاسکتی ہے کہ جب وہ باہر نکلیں گے تو محفوظ رہ سکیں گے ہمیں اپنے بچوں پر اعتماد کرنا پڑے گا۔ اپنی بچی کو محض اس لئے یونیورسٹی نہ بھیجنا کہ آپ خوفزدہ ہیں یا ان کی عفت کے بارے میں پریشان ہیں یہ کوئی وجہ نہیں کہ آپ اپنی بچی کو تعلیم کے حصول سے منع کردیں بدقسمتی سے برطانیہ کے اندر اس وقت کئی ایسی مثالیں ہیں جن کا میں حل ڈھونڈنے کی کوشش کررہی ہوں جہاں پر والدین نہیں چاہتے کہ ان کی بچیاں یونیورسٹی جائیں حالانکہ تعلیمی لحاظ سے وہ بہت اعلیٰ کارکردگی دکھا رہی ہیں انکے والدین خوفزدہ ہیں کہ اگر وہ ان کو گھر سے باہر نکلنے دیں گے تو وہ ایک بڑے خطرے سے دوچار ہوجائیں گی لیکن میں یہ بات کہہ چکی ہوں کہ ہمیں اپنی بچیوں پر اعتماد کرنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ اچھی شہرت رکھنے والی بہت ساری یونیورسٹیاں ہیں جو اسلام کے لئے قوت کا باعث بن سکتی ہیں جہاں پر اسلام کو چاہنے والے یا اسلام سے محبت کرنے والے لوگ اور طلبہ تنظیمیں موجود ہوتی ہیں' یہ بھی ایسے والدین کے لئے غنیمت ہیں کہ وہ اپنے بچوں پر اعتماد کے ساتھ ساتھ اپنے بچوں کے حوالے سے ان پر بھی اعتماد کریں۔

سوال۔ آپ نے اسلام قبول کرنے کے بعد انسانیت کی وکالت کا علم اٹھایا اور ان لوگوں کے لئے آواز اٹھائی جن کا کوئی پشتیبان نہیں تھا' آپ نے محمد بن قاسم کی طرح پاکستان کی بیٹی کی آواز پر لبیک کہا اور آج ڈاکٹر عافیہ صدیقی کا مقدمہ پوری انسانیت کا مقدمہ بن چکا ہے۔ آج اس مظلوم عورت کا نام انسانیت کے مردہ ضمیر کو جھنجوڑ رہا ہے کیا آپ فاٹا اور قبائلی علاقوں کی ان خواتین کے لئے بھی آواز اٹھانے کا کوئی ارادہ رکھتی ہیں جن کو امریکہ کے ایماء پر بمباری کا نشانہ بنایا گیا اور اب وہ اپنے ملک کے اندر بے گھر ہوکر دربدر ٹھوکریں کھارہی ہیں؟

جواب۔ جی ہاں میں یہاں پر ڈاکٹر عافیہ صدیقی کا تذکرہ کرنا چاہوں گی۔ یہ عورت کامل عورت ہے جس نے مشرق اور مغرب کو دیکھا جس نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی وہ اعلیٰ یونیورسٹی تک پہنچ گئی۔ اس

نے بوسٹن یونیورسٹی میں بھی تعلیم حاصل کی' ایک ایسی عورت جو خود مختار اور قوت والی تھی مگر اسے دہشت گردی کے خلاف اس جنگ میں بڑی بے دردی کے ساتھ گھسیٹا گیا۔ یہ سب کچھ دیکھ کر میں دوسری مسلمان خواتین کو یہ پیغام دینا چاہوں گی کہ ایک لمحے کے لئے بھی مت سوچنا کہ یہ سب کچھ آپ کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ دہشت گردی کے خلاف جاری یہ جنگ کس قدر خوفناک اور اہداف اور حدود کی قید سے آزاد ہے جس میں صرف بے گناہ اور معصوموں کو لقمہ اجل بنایا جا رہا ہے اس کے بارے میں آپ سب کو اچھی طرح سے معلوم ہونا چاہیے۔

سوال۔ ہم اسلام کا یہ پیغام دنیا بھر میں پھیلے ہوئے آپ جیسے حق کے متلاشی ہزاروں لاکھوں نوجوان عورتوں اور مردوں تک کیسے پہنچا سکتے ہیں کہ وہ بھی حق کے ساتھی بن کر آپ کی طرح کلمہ حق بلند کرنے میں اپنا کردار ادا کر سکیں؟

جواب۔ اپنے آپ کو ہر وقت اسلام کا سفیر اور نمائندہ سمجھ کر ہمیں ہر کام یہ بات پیش نظر رکھ کر کرنا چاہیے کہ دنیا ہمیں ایک مسلمان کے طور پر دیکھ رہی ہے۔ جانچ رہی ہے کسی گلی سے گزرتے ہوئے اگر آپ کوڑا کرکٹ پھینکتے ہیں تو یہ کسی زید یا بکر جیسے فرد کی غلطی نہیں کہلائے گی بلکہ اس کو ایک مسلمان کا قصور سمجھا جائے گا۔ ہم سب کو ایک بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ ہم میں سے ہر ایک فرد اسلام کا سفیر ہے اور لوگ ہمیں ہمارے کردار اور رویوں سے جانچیں گے۔ میری دو بہنیں ہیں جب میں نے اسلام قبول کیا ان میں سے ایک بہت خوفزدہ ہوئی۔ میرے ساتھ رہتے ہوئے اس کو اس حقیقت کا سامنا کرنے میں کافی دقت محسوس ہو رہی تھی کہ میں اب اسلام قبول کر چکی ہوں۔ میری دوسری بہن ۲۰ سال تک ایک ایسے گھر میں رہ چکی تھی جن کے ہمسائے بہت اچھے اور بہتر مسلمان تھے۔ جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ میں اسلام لا چکی ہوں' تو کہنے لگی کوئی بات نہیں' میرے ہمسائے بھی تو مسلمان ہیں اور وہ بہت ہی اچھے لوگ ہیں۔ یہی وہ اچھا احساس تھا جس کی وجہ سے اس کو میرے مسلمان ہونے کے باوجود کوئی مسئلہ پیش نہیں آیا۔ اگر ہمارے بچوں کی اچھی تربیت ہو گی اور وہ اچھے اخلاق کا مظاہرہ کریں گے تو دوسرے لوگ یہی کہیں گے کہ ان مسلمان بچوں کو دیکھیں۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ اسلام اور مسلمان کی پہچان ایک ہو جائے' اچھے رویے' اچھا کردار' کامل شخصیت ہماری پہچان بن جائیں۔

سوال۔ مسلمان نوجوانوں کیلئے آپ کا کیا پیغام ہے بالخصوص ان نوجوانوں کے لئے جو مغرب کی پیروی کو کامیابی کی ضمانت سمجھتے ہیں؟

جواب۔ میرا پیغام یہ ہے کہ آپ کے پاس جو کچھ ہے' اس پر فخر کریں جو ترکہ آپ کو ملا ہے یہ بہت عظیم ہے اللہ نے آپ کو مسلمان کی حیثیت سے پیدا کر کے اسلام کی دولت سے نوازا۔ مجھ سے پوچھیں کہ اسلام کی یہ دولت مجھے کس قدر مشکل سے ملی۔ یاد رکھیں یہ زندگی اور اس کی منزلیں تو گزر جانے والی ہیں۔ ہم تو صرف مسافر ہیں اور اس سفر کے اختتام پر ہم سب کو احتساب کے ایک مشکل مرحلے سے گزرنا ہے' جس میں اس سفر کے دوران ہر قدم کے بارے میں پوچھا جائے گا نوجوانوں کے لئے اس زمین پر ۷۰' ۸۰ سال پوری زندگی کہلاتی ہے مگر ابد کی وہ زندگی اس سے کہیں زیادہ لمبی اور نہ ختم ہونے والی ہے۔ یاد رکھیں سب سے بہتر زندگی وہ ہے جو اللہ کی رسی کو پکڑ کر گزاری جائے۔

بشکریہ روزنامہ خبریں

☆☆☆

انسان جو معرفت الٰہی کے لئے
پیدا کیا گیا ہے وہ خدا سے غافل ہو گیا
ہے۔ انسان اگر اپنا مقام پہچان لے اور قرب
الٰہی اور رضائے الٰہی کے حصول میں لگ جائے تو
اس کی دنیا بھی سنور جائے اور آخرت بھی بن
جائے اور اس کا واحد ذریعہ ذکر الٰہی کی کثرت
ہے اور اطاعت واتباع خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم
کا سختی سے اہتمام ہے۔

قلزمِ فیوضات حضرت مولانا اللہ یار خاں رحمتہ علیہ

منجانب

ایچ۔ ایم۔ بی سنز کراچی

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش

اوریا مقبول جان

یہ سب ملک کے کچھ دانش وروں کا ایک المیہ ہے۔ یہ لوگ مڈل کلاس کی وہ زندگی گزارتے ہیں جس میں یہ غریب ہوتے ہیں لیکن غریب کہلوانا پسند نہیں کرتے۔ امیر نہیں ہوتے لیکن امیر بننے کے خواب دیکھتے رہتے ہیں۔ کافی کے تلخ گھونٹ، چائے کی گرم پیالی اور سگریٹ کے مرغولوں میں انہیں زندگی بڑی مرنجاں مرنج نظر آتی ہے۔ ان کے ہاں عام آدمی کا دُکھ صرف کہانی یا افسانہ لکھنے کے لئے، نظم میں جان ڈالنے، کالم کو خوبصورت بنانے اور ٹیلی ویژن پروگرام کو عوام کے دکھوں کا نمائندہ ظاہر کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ ورنہ یہ دکھ یہ مصائب اور یہ آلام کبھی ان پر اُترے ہوتے تو ان کی اکثریت اپنی حساس طبیعت کے ہاتھوں ذہنی توازن کھو بیٹھتی۔ یہ سارے دانش ور جب لاہور سے چند میل دور واہگہ کی سرحد عبور کرتے ہیں تو وہاں اپنے جیسے ان مڈل کلاس ادیبوں شاعروں، اداکاروں اور صحافیوں سے ملتے ہیں، خوبصورت ہوٹلوں میں گنگا جمنی تہذیب پر کانفرنسوں سے خطاب کرتے ہیں اور گفتگو سنتے ہیں، پھر وہاں سے بھی اسی قبیل کے لوگ یہاں آتے ہیں، تنظیمیں بنتی ہیں یہ لوگ تاج محل، اسکندریہ اور قطب مینار سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور کبھی کبھار نظام الدین اولیاء امیر خسرو اور پڑوس میں غالب کے مزار پر حاضری بھی دے آتے ہیں۔ جبکہ وہاں سے آنے والے شاہی قلعہ، بادشاہی مسجد، شالامار اور رنجیت سنگھ کی سمادھی دیکھ کر سرحدیں ختم کرنے کا اعلان کر دیتے ہیں۔ ہمارے دانشور جب چاندنی چوک، دریبہ اور کرول باغ کی مارکیٹوں میں شاپنگ کر رہے ہوتے ہیں تو وہاں بھی ان کی ملاقات اُس کاروباری مڈل کلاس سے ہوتی ہے جسے اپنے ملک میں اقلیتوں پر ہونے والے ظلم و تشدد کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ وہ تو بس روز و شب اطمینان سے کاروبار میں مگن گزارنا چاہتے ہیں۔ صبح دکان، شام گھر، تھیٹر، ٹی وی یا کوئی اور تفریح۔ وہاں سے آنے والے بھی جب فوڈ سٹریٹ پر گھوم رہے ہوتے ہیں تو انہیں دنیا کتنی مصیبتوں اور آفتوں سے پاک نظر آتی ہے۔ یہ وہ دانش ور، ادیب، صحافی اور شاعر ہیں جنہیں اس خوبصورت ماحول میں سب اتنا اچھا لگتا ہے کہ انہیں ویت نام، انگولا، چلی اور کمبوڈیا میں تو ظلم اور بربریت نظر آتی ہے یہ ان پر نظمیں افسانے اور مضمون بھی لکھتے ہیں کہ ایسا کرنے سے ان پر نہ کوئی آفت ٹوٹے گی نہ ان کے غیر ملکی دورے رکیں گے، نہ پڑوس میں رہنے والے دوست ادیب ناراض ہوں گے لیکن گذشتہ ساٹھ سالوں میں بھارت کے مسلمانوں پر جو لمحہ قیامت گزری ہے وہ ان کا کبھی موضوع نہیں رہا۔ لیکن میرا المیہ ان سب سے مختلف ہے شاید مجھے اللہ نے ان تمام قیامتوں سے آشنا کرنا تھا اس لئے میں 2007ء کی جنوری میں ایل کے ایڈوانی کی دعوت پر بھارت کے ان شہروں اور ان مقدس مقامات تک گیا جو ہندو دھرم کی اساس ہیں۔ اس لئے کہ میرے ... کی ذمہ داری کے طور پر ہندوؤں کے دوسرے بڑے مذہبی مقام ... ضلع چکوال میں کام کر رہا تھا میں ... بنارس، ... رناتھ، اورنگ آباد، دولت آباد، اجنتا، الورا، متھرا ...

آگرہ' دلی' ممبئی' کھجوراہو اور پوشکر جیسی جگہوں کا اس غور سے مطالعہ کیا کہ وہاں پر رہنے والے سہمے ہوئے مسلمانوں کے دکھ مجھے آج بھی چین نہیں لینے دیتے۔ یہ وہ شہر ہیں جہاں تک بہت کم پاکستانیوں کو رسائی حاصل ہوتی ہے۔ مجھے مسلمانوں کی حالت زار کو سمجھنے کے لئے کسی سچر رپورٹ کی ضرورت نہیں تھی یہ جو بتاتی ہے کہ بھارت کے نوے فیصد سے زیادہ مسلمان بدبودار' متعفن اور غلیظ آبادیوں میں رہنے پر مجبور ہیں اور وہاں تک سرکار کی طرف سے صحت' تعلیم' صفائی اور دیگر سہولیات تک نہیں پہنچائی جاتیں۔ یہ لوگ شودروں سے بھی بدتر معاشی حالات میں ہیں۔ لیکن ان سب اعدادوشمار کے علاوہ میں نے ان ساری آبادیوں کے مسلمانوں میں ایک غصہ' انتقام اور کچھ کر گزرنے کی آگ دیکھی تھی۔ اجنتا کے غاروں میں تمام تر ہندوؤں کے درمیان جب میں صرف ایک مسلمان سے ملا جو آثار قدیمہ کے محکمے میں خانساماں تھا تو بوڑھا خانساماں تو حیرت کی تصویر تھا ہی لیکن اُن کا نوجوان بیٹا جو تندور میں روٹی لگا رہا تھا اُس کے چہرے کا غصہ دیدنی تھا۔ بنارس کے ہندو لالے کی دکان پر ساڑھیاں اُٹھائے مسلمان کاریگر جس ذلت سے گزر رہے تھے اور دولت آباد کی بستیوں میں گھومتے مسلمان نوجوانوں میں جو اضطراب تھا' اُس کی وجہ معاشی بدحالی نہیں تھی بلکہ وہ روز بروز ہونے والے واقعات تھے جن میں کبھی ان کو کالجوں اور سکولوں میں ہاکیوں اور ڈنڈوں سے ادھ موا کر کے چھوڑ دیا جاتا تھا' کبھی ان کی بیٹیاں اغوا کر کے' عزت لوٹ کر انہیں' مار دیا جاتا تھا یا سڑک پر پھینک دیا جاتا تھا اور کہیں ذرا سے غصے میں آ کر کسی بھی یاترا کا جلوس ان کے محلوں کی جانب آ نکلتا اور آن کی آن میں اُسے آگ لگا دیتا ہے لیکن دانشوروں' ادیبوں' گلوکاروں اور اداکاروں کو ہار پہنانے والوں کو اس حقیقت یک آگر خبر بھی ہو تو وہ چپ ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں مسلمان کا خون انسان کا خون ہی نظر نہیں آتا۔ وہ افغانستان میں ذبح ہوں یا چیچنیا میں' بوسنیا میں ان کا قتل عام ہو' فلسطین میں یا بھارت میں یہ سب تو جانور ہیں' دہشت گرد ہیں ان کے نزدیک ان کو اپنی حرکتوں کی سزا مل رہی ہے۔ کوئی کہتا ہے یہ سب ان ملکوں کا اندرونی مسئلہ ہے' کسی کو امن کی فاختائیں یاد آ رہی ہوتی ہیں۔ کوئی کہتا ہے یہ سب اس لئے ہوا کہ ہم نے مداخلت شروع کی۔ لیکن انسانوں کے قتل' تشدد' بربریت اور خواتین کی بے حرمتی پر کسی کی زبان نہیں کھلتی۔

یہ سب خاموشیاں اپنی جگہ یہ سب امن کے پیغام اپنی جگہ لیکن ان مرنجاں مرنج لوگوں کو علم نہیں کہ اب سب کے فصل کاٹنے کے دن آ گئے ہیں جس نے ساٹھ سالوں میں جس کے ساتھ بھی جو ظلم اور زیادتی روا رکھی تھی اُس کا حساب دینے کا موسم ہے' وہ صاحبان نظر جو ایک سال قبل پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ میرے رسول کی بشارتوں کا موسم قریب ہے' اس وقت بس ایک ہی لفظ ان کی زبان پر ہے قربانی کا وقت ہے' استغفار کا وقت ہے' کھرے اور کھوٹے کے الگ ہونے کا وقت ہے۔ جو بچنا چاہتے ہیں' بچ کر بھاگنا چاہتے ہیں ان کے لئے بھی اب راستہ نہیں بچا' وہ تو مورچوں کے درمیان آ گئے ہیں' اس خطے میں اب جس نے بھی جنگ کی آگ کو ہوا دی' اُسے علم ہو جائے گا کہ میدان جنگ صرف دو سرحدوں تک محدود نہیں رہے گا۔ یہ دریائے آمو سے برہم پتر تک ایک ایسا کھولتا ہوا میدان بن جائیگا جس میں صرف دیوانوں اور فرزانوں کے لئے ہی فتح و نصرت لکھی جائے گی۔ میں نے سید الانبیاء ﷺ کی غزوہ ہند کے بارے میں جو احادیث اپنے گذشتہ کالم میں تحریر کی تھیں' بہت سے لوگ ان کی سند دریافت کرتے رہے' کچھ یقین کے لئے اور کچھ تمسخر کے لئے کہ چودہ سو سال پہلے ہندوستان کو کون جانتا تھا۔ کوئی

کہتا یہ سب گھڑی ہوئی ہیں۔ لیکن اُس مخبر صادقؐ نے جو فرمایا وہ سب سچ ہے اور اُس کی سند بھی اتنی قدیم ہے۔...... اسناد حاضر ہیں حضرت ثوبانؓ کی حدیث "میری اُمت میں وہ دو گروہ ایسے ہیں جنہیں اللہ آگ سے محفوظ رکھے گا۔ ایک وہ جو ہندوستان پر چڑھائی کرے گا اور دوسرا جو عیسیٰ ابن مریم کے ساتھ ہوگا"۔ اس حدیث کو امام احمد بن حنبلؒ نے مسند احمد میں امام نسائی نے السنن المجتبیٰ میں طبرانی نے المعجم الاوسط میں' امام سیوطیؒ نے الجامع الکبیر میں اور امام بخاری نے التاریخ الکبیر میں درج کیا ہے' اور شیخ ناصر الدین البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ دوسری طویل حدیث جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ "ضرور تمہارا ایک لشکر ہندوستان سے جنگ کرے گا' وہاں کے بادشاہوں کو جکڑ کر لائے گا' اللہ ان کی مغفرت فرما دے گا اور پھر جب مسلمان پلٹیں گے تو اپنے درمیان حضرت عیسیٰ کو پائیں گے"۔ اس حدیث کو نعیم بن حماد استاذ امام بخاری نے کتاب الفتن میں اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں' امام احمد بن حنبل کی سند سے ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں درج کیا۔ اس حدیث کے اور بھی بہت سے حوالے اور اسناد ہیں اور اسے شیخ احمد شاکر نے صحیح قرار دیا۔ اس طرح دیگر احادیث جن میں حضرت کعبؓ کی حدیث بھی نعیم بن حماد کی کتاب الفتن میں درج ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے طبرانی اور اوسط کے حوالے سے جو حدیث درج کی ہے کہ "میں عرب ہوں لیکن عرب مجھ میں نہیں اور میں ہند میں نہیں لیکن ہند مجھ میں ہے"۔ اسی حدیث کے ایک حصے کو بنیاد بناتے ہوئے علامہ اقبالؒ نے کہا تھا

"میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا یہاں سے"

میں نے یہ سب اس لئے درج کر دیا کہ میرا اس بات پر کامل ایمان ہے کہ آپؐ نے کہا تھا جو میرے نام سے غلط بات منسوب کرے تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں سمجھے۔ یہی وہ ایمان تھا کہ مسلمانوں نے اسماء الرجال کا وہ علم ایجاد کیا کہ دنیا کی کسی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ ذرا راوی کے کردار پر شک ہوا تو میرے پیارے رسولؐ کی حدیث کے ذخیرے میں اُس کا ذکر تک نہ کیا لیکن جو حالت خوف میں ہیں ان کے لئے کسی سند یا حوالے کی ضرورت نہیں کہ ان کے مڈل کلاس ماحول میں زندگی اپنے ڈھنگ سے گزرتی ہے۔ دنیا سے ہمیں کیا لینا' لیکن جنہیں بشارتوں پر یقین ہے جنہیں اس بات پر ایمان ہے کہ یہ ملک میرے اللہ کے نام پر وجود میں آیا تھا اور اس کا مقصد میر عرب کی بشارتوں کا امین بننا ہے تو ان کے لئے گھر بار لٹانا' زندگی گنوانا' جان نذر کرنا تو مغفرت کا بہانہ ہے۔ کیونکہ جب سیدنا الانبیاء سے حضرت ابوہریرہ نے اس غزوہ ہند کے بارے میں سنا تو کہا "اگر میں نے وہ غزوہ پایا تو اپنا نیا اور پرانا سب مال بیچ کر اُس میں شرکت کروں گا۔ فتح ملی تو میں ایک آزاد ابوہریرہ ہوں گا' میں ملک شام پہنچ کر عیسیٰ ابن مریم کو بتاؤں گا کہ میں آپ کا صحابی ہوں۔ سیدنا الانبیاء مسکرائے اور کہا بہت دور بہت دور' کسی جگہ لکھا ہے بہت مشکل بہت مشکل"۔ دیوانوں اور فرزانوں کی تو بس یہی آرزو ہے...... لیکن وہ جو دنیا کے طالب ہیں' وہ آٹھ سال مصلحت میں رہے اور آج بھی ذلت و رسوائی کا داغ ماتھے پر سجائے ہیں' کل بھی اُن کی کاسہ لیسیوں اور وفاداریوں پر کوئی یقین نہیں کرتا تھا اور آئندہ آنے والے کل کے لئے بھی اُن کے نصیب میں یہی لکھا ہے۔

بشکریہ روزنامہ ایکسپریس

......☆☆☆......

موت کا خوف

انور علی شاہ

موت برحق 'مگر موت کا اتنا ڈر کیوں؟ حالانکہ موت بھی حیات کی طرح ایک مخلوق ہے۔ اس کا خالق بھی وہی رب العالمین ہے جس نے ساری کائنات کو پیدا کیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب ہر شے فنا ہو جائیگی تو موت کو بھی ایک مینڈھے کی شکل میں ذبح کر دیا جائیگا۔ جب حقیقت اس قدر واضح ہے تو ہمیں زندگی سے اتنا پیار کیوں ہے اور موت سے اتنی وحشت کیوں ہوتی ہے؟ یہی سوال خلیفہ وقت نے ولی کامل سے کیا تھا۔ انہوں نے جواب دیا ''تم نے اپنی زندگی کو آراستہ کر رکھا ہے اور آخرت کو ویران، بارونق جگہ سے ویرانے میں جانے کو کس کا جی چاہے گا؟'' کیسا حکیمانہ جواب تھا۔ یہ ہر اس دنیادار پر صادق آتا ہے جو موت سے ڈرتا ہے''۔

موت کا ایک دن معین ہے اس میں ایک لمحہ ادھر سے اُدھر نہیں ہوسکتا۔ بالکل اسی طرح جیسے ممتحن اعلان کرتا ہے کہ پرچے کا وقت ختم اب آپ کو جواب آتا بھی ہے تو آپ لکھ نہیں سکتے۔ پرچہ واپس کرنا ہوگا ملک الموت کے آتے ہی زندگی کا امتحان ختم۔ روح قبض کر کے لے جائیگا اور کسی کی ایک نہیں سنے گا۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اس کی حکیمانہ توجیح پیش کی۔ انہوں نے فرمایا ''مالک کی مرضی کہ اپنا سامان الماری کے پچھلے خانے سے نکال کر اوپر والے خانے میں رکھ دے''۔ روح تو ہر صورت زندہ ہے اس پر تو موت نہیں۔ حضرت جیؒ نے ایک بار فرمایا ''خوب سمجھ تو موت کیا چیز ہے؟ موت کوئی ابدی چیز نہیں کہ وجود کو ختم کر دیتی ہے۔ موت ایک پُل ہے۔ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔ موت ہمارے واسطے ایک پل رکھا گیا ہے کہ دنیا کو عبور کر کے آگے برزخ میں جائیں''۔ اقبال نے اپنے انداز میں بات کی۔

یہ نکتہ سیکھا میں نے بوالحسن سے
کہ جان مرتی نہیں مرگ بدن سے

بات تو سمجھ میں آجاتی ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ مرنے کو جی نہیں چاہتا۔ جواب وہی ہے جو ولی کامل نے خلیفہ وقت کو دیا کہ جب ہم نے موت کی تیاری ہی نہیں کی' ہمیں اللہ کی معرفت ہی نصیب نہیں جس کے پاس موت کے بعد' حاضر ہونا ہے پھر ڈر تو ہوگا۔ اللہ کا پاک نام قلب میں اتارنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ سے محبت کا رشتہ استوار ہو اس کی معرفت نصیب ہو اسی سے قلب سلیم بنے گا۔ تزکیہ قلب ہوگا' اعمال صالح کرنے کو جی چاہے گا پھر اللہ کی رحمت بندے کو اپنے دامن میں لپیٹ لے گی بندہ اللہ کا دوست بن جائے گا۔ یہی کام کرنے کے لائق ہے جس کے متعلق شاعر نے کہا

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

اگر ہم ذکر بھی کرتے ہیں اور موت سے بھی ڈرتے ہیں پھر کہیں نہ کہیں گڑبڑ ہے۔ یا تو ہم نے اتنی برکات نبویؐ نہیں سمیٹیں جس سے قلب کا تزکیہ ہو اور ایمان و یقین پیدا ہو یا پھر ہماری نیت میں فتور ہے جس کی وجہ سے ہماری بات نہیں بنی۔

ایک روز قریبی مسجد سے ایک اعلان ہوا' حضرت ایک ضروری اعلان سماعت فرمائیں۔ حاجی صاحب [illegible] قضائے الٰہی سے انتقال ہوگیا ہے۔ نماز جنازہ نماز عصر کے بعد ہوگی شرکت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ میں حاجی صاحب کو نہیں جانتا تھا مگر جب ہر مسجد سے یہی اعلان جاری ہوا تو میں نے سوچا کہ حاجی صاحب ضرور کوئی [illegible] شخصیت ہوں گے۔ ایسے اعلانات ہم روز ہی سنتے ہیں مگر پتہ نہیں کیوں

حاجی صاحب کی وفات کا اعلان بوجھل دل کو مزید افسردہ کر گیا۔ کیا زندگی کی یہی حقیقت ہے کہ بندہ اچانک دار فانی سے کوچ کر جائے اور پسماندگان کفِ افسوس ملتے رہ جائیں۔

چشم تصور سے دیکھا کہ حاجی صاحب کی حویلی میں کہرام مچا ہوا ہے۔ بیوی کے آنسو رو رو کر خشک ہو چکے ہیں۔ لاڈلی بیٹی پچھاڑیں کھا رہی ہے۔ بڑا بیٹا صدمے کی کیفیت میں ٹیلی فون پر ٹینٹ سروس والوں کو کرسیوں اور شامیانوں کے متعلق ہدایات دے رہا ہے۔ چھوٹا بیٹا دکھی دل کے ساتھ کفن، دفن اور قبر کی کھدائی سے متعلق امور پر دوستوں سے مشورہ کر رہا ہے۔ لیجئے گھر کے کمروں میں سفید چادریں بچھ گئیں۔ گلی میں شامیانے لگ گئے۔ اہل محلہ اور عزیز و اقارب اکا دکا آنے لگے اور پسماندگان سے اظہار افسوس کرنے لگے۔ ہر شخص مرحوم کی خوبیوں کا معترف ہے۔ انکی صلہ رحمی کی تعریف ہو رہی ہے...... انہوں نے کسی کا دل نہیں دکھایا...... پکے جنتی تھے...... غریبوں اور ناداروں کی امداد کیا کرتے تھے...... مسجد میں چندہ دیتے تھے...... پڑوسیوں کے حقوق پورا کرتے تھے وغیرہ وغیرہ

مگر مرحوم پر اس وقت کیا بیت رہی ہے؟ روح کا قفس عنصری سے جدا ہونے کا منظر کیا ہوگا؟ روح کو جنت کے فرشتے لے گئے یا دوزخ کے؟ قبر میں اُن کے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟ جس کے پاس حاضر ہوئے اس کی معرفت نصیب تھی یا نہیں؟ کیا اللہ سے محبت کا رشتہ استوار تھا؟ کیا ایمان اور یقین کیساتھ گئے ہیں؟ ان سوالوں کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔ کسی کو ان باتوں کی پرواہ بھی نہیں تھی۔

میں نے اپنے آپ سے سوال کیا۔ تم کیوں پریشان ہو؟ یہ حاجی صاحب اور اُن کے رب کا معاملہ ہے۔ (تجھ کو پرائی کیا پڑی۔ اپنی نبیڑ تو) حاجی صاحب کی جو خوبیاں بیان کی گئیں اُن کے مطابق تو وہ ایک اچھے انسان تھے۔ تم خود کیا ہو؟ کیا تمہیں معرفت الٰہی نصیب ہے؟ کیا تم صاحب ایمان ہو؟ کیا تمہارا اللہ سے محبت کا رشتہ ہے؟ کیا تمہیں تقویٰ کی دولت نصیب ہے؟ کیا اللہ کے ہاں تمہارا شمار مسلمانوں میں ہوتا ہے؟

میں نے سوچا حاجی صاحب کی مہلت ختم ہو چکی ہے۔ میری زندگی کے سانس ابھی چل رہے ہیں۔ ابھی میرے لئے مہلت ہے کہ میں ایمان ویقین کے حصول کے لئے محنت کروں۔ معرفت الٰہی کے لئے اپنی توانائیاں صرف کروں...... اللہ سے محبت کا رشتہ استوار کروں جس کا بہترین طریقہ ذکر الٰہی ہے...... میرے پاس مہلت ہے اس سے پیشتر کہ فرشتہ اجل آ جائے...... مجھے چاہیے کہ مہلت کے ان لمحوں کو امر کر لوں۔

میں نے اپنے کمرے میں جائے نماز بچھائی اور قلب پر اللہ کے پاک نام کی ضربیں لگانے لگا۔ پوری قوت سے اور پوری توجہ سے...... میں ابھی زندہ ہوں...... میرے پاس مہلت ہے...... کیوں نہ موقع سے فائدہ اٹھاؤں؟ کیوں نہ ذکر الٰہی سے قلب کی صفائی کر لوں؟ کیوں نہ قلب سلیم کے لئے محنت کروں؟

لیجئے ذکر کے ساتھ ہی وساوس شروع...... آج تیری کوئی بات نہیں سنوں گا۔ کسی وسوسے کی پروا نہیں کروں گا۔ ضربیں تیز ہو گئیں...... اور تیز اور تیز...... وساوس لانے والا وہی تھا جس نے کہا تھا۔

میں کھٹکتا ہوں دل یزداں میں کانٹے کی طرح
تو فقط اللہ ھو، اللہ ھو، اللہ ھو اللہ ھو

نہ وسوسے کی پروا نہ طعنے کی۔ محض اللہ کی رحمت پر بھروسہ ہے۔ ذکر کے ساتھ ہی دل میں قرار آ گیا، طبیعت میں ٹھہراؤ آ گیا، امید کی کرن نظر آ گئی۔ اللہ کتنا رحیم ہے کہ اس نے ذکر کی توفیق بخش دی، اللہ کرے ذکر الٰہی آخری سانس تک جاری رہے۔ اسی عمل سے دل میں نور پیدا ہوگا۔ اللہ کی معرفت نصیب ہوگی، ایمان ویقین کی کیفیت پیدا ہوگی۔ موت کا ڈر ختم ہوگا اور انشاء اللہ خاتمہ ایمان پر ہوگا

دل کو سنوار لو دنیا بھی سنور جائے گی اور آخرت بھی اور یوں موت کا ڈر بھی قصہ پارینہ بن جائے گا۔

......☆☆☆......

فنافی الرسول اور فنافی اللہ اور بقا باللہ سلوک کی وہ منازل ہیں کہ ہزاروں اللہ کے بندے ان کے حصول کے لئے کوشاں رہے۔ مجاہدے اور ریاضتیں کرتے رہے اور یہی آرزو لے کر دنیا سے رخصت ہوگئے ان منازل کے حصول کے لئے سچی تڑپ انسان کی سعادت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ یہ قلب اور روح کا معاملہ ہے اس لئے ذکر قلبی کثرت سے کیا جائے اتباع شریعت اور اتباع سنت خیر الانام کا اہتمام کیا جائے۔ اصلاح قلب ایسا کمال ہے جو شیخ کامل کی رہنمائی کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ شیخ کامل اس راہ پر اس ترتیب سے چلاتا ہے کہ سب سے پہلے لطائف کراتا ہے جب وہ منور ہوجاتے ہیں تو مراقبہ احدیت کرتا ہے جب یہ رابطہ خوب مضبوط ہوجاتا ہے تو شیخ اپنی روحانی قوت سے مراقبہ معیت' پھر مراقبہ اقربیت کراتا ہے پھر دوائر ثلاثہ پھر مراقبہ اسم الظاہر والباطن۔ یہ مراقبات عالم ملکوت سے گزر کر شیخ کامل کرواتا ہے پھر مراقبہ سیر کعبہ پھر سیر صلوٰۃ پھر سیر قرآن اس کے بعد مراقبہ فنافی الرسول کراتا ہے اور دربار نبوی ﷺ میں حاضری ہوتی ہے فنافی الرسول کا اثر یہ ہے کہ آدمی حضور اکرم ﷺ کی محبت اور آپ کی سیرت میں فنا ہوجاتا ہے پھر شیخ کامل روحانی توجہ سے فنافی اللہ اور بقا باللہ کا مراقبہ کراتا ہے۔ یہ ساری باتیں صرف ذکر لسانی سے حاصل نہیں ہوسکتیں بلکہ شیخ کامل کی توجہ سے ذکر قلبی کرنے سے یہ مقامات حاصل ہوتے ہیں۔ (قلزم فیوضات حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ)

تعاون

اسلم ٹیکسٹائل ملز لمیٹڈ

مینوفیکچرز آف پی سی یارن

پل کوریاں سمندری روڈ فیصل آباد فون 2-041-2667571

Decision, according to the Quran, has already been given." The governor said, "You shouldn't expect me to go against the Quran and shouldn't have come to me for that."

This is the motivation and commitment! Insha **Allah** (God willing!), no one on this earth, not even USA, has been able to overcome; neither can anyone defeat nor shall anybody ever be able to subdue it. Despite their claims of conquering Afghanistan, they are still facing death and humiliation there. Insha **Allah**, they would continue getting killed and the Islamic state shall get restored. Kufr is doomed to destruction! Even in Iraq, their achievements are still limited to verbal claims only. The war has yet not begun in full intensity. Iraqis have adopted a better style; instead of fighting in the open, they have preferred to fight in the built up area, because the coalition troops used tanks, artillery and aerial bombardment against them in the open. May **Allah** help them! Now the tanks can't go inside the streets, and the soldiers have to go themselves. They are received by bullets and welcome by death in all streets that they try to peep in. They are now crying that they are facing heavy resistance. There may be any number of wars and corruption may spread to any extent, but ultimately the Truth shall triumph. Insha **Allah**, Islam shall once again prevail all over the globe, shall save humanity from **Allah**'s anger and lead them onto the path of **His** Pleasure. This is a totally different story that we are not with Islam as much as we should be. The holy Quran has declared Islam a strong fortress and has said, "Enter Islam completely." It has defined the principle that when you enter Islam completely, you would defeat death, because within Islam, your death is also your life.

Kafirs have full media support and they are propagating white lies and falsehood. Even their own people have started criticizing them that, there is a limit to even falsehood; how many lies can you tell? By **Allah**'s Grace, **His** men are fighting against Kafirs with full vigour. May **Allah** grant strength to all Muslims, especially the Muslim rulers! It is time that all Muslims forget trivial personal differences and unite together. Even within Muslim states, the government and opposition should drop all differences and unite under the holy Quran and the holy Prophet-SAWS. After all, everyone is a Muslim alike, and requires funeral prayers, whether he is the president, premier or a general. So, what is the harm, if he returns to the shade of Islam before his funeral prayers? We take refuge with Kufr, instead of Islam. Why shouldn't we seek refuge with the holy Prophet-SAWS? Our prayers would be accepted and our actions would also be effective. It would be a great event if the whole Islamic world unifies. As the first step, we should seek **Allah**'s forgiveness, 'O **Allah**! Pardon us our previous mistakes; now we pledge to remain faithful to you and to your holy Prophet-SAWS.' Whenever the Muslims make this promise, they are destined to victory. Islam can never be defeated; defeat is the lot of the infidels. May **Allah** grant us correct understanding, we repent and turn towards **Allah** and seek help from **Him**! Pray, to **Allah** with sincerity, to help Muslims. May **Allah** make your prayers effective! Ameen!

and abstain from Haraam; I adhere to the law ordained by **Allah** and refrain from what **Allah** has stopped me from. Our conduct is the witness to our claim. Each one of us, from commoners to our rulers, should examine our witnesses; do our witnesses also substantiate our claim? And, what shall be the position of our claim, if none of them supports it? In my personal opinion, our loud slogans, rallies and meetings cannot ameliorate the deplorable condition of Muslims as much as our repentance and self improvement. Our conduct and character from individual to the national level is totally against the Quran and Sunnah. It has started bearing fruit: countless innocent lives are being lost, honours are being molested, and innumerable women, children, young and old men are being slain.

I feel that, first of all, we should sincerely make repentance, 'O **Allah**! Forgive us all our mistakes. We promise that we shall sincerely follow the Path defined by **You** and **Your** Prophet-SAWS.' If the system of government doesn't change, don't bother; we can change at least ourselves. If we change, **He** may accept the repentance of any one of us and deliver all Muslims from troubles. How lucky are those who are standing fast, with full determination, by **Allah**'s Grace, in front of Kufr! Although the propaganda of Kufr is more intense, but even innocent children, lying on hospital beds, with half cut torso, display victory symbols when brought before the camera. A feeling of trust and confidence in **Allah** and a strong enthusiasm for Jihad has developed in a common man, as reaction to the oppression perpetrated by Kufr. May God, this motivation proliferate and spread throughout the Muslim world, and every Muslim stands up as a Mujahid and Ghazi! This monster of Kufr would otherwise stop short of nothing. When USA attacked Afghanistan, I had said that even the US president has admitted that 'The tiny state developing in Afghanistan could wipe out our civilization from the map of this world; their civilization, principles, laws and form of govt are diametrically opposite to our systems and are so strong intrinsically that if this state was allowed to exist, it would pose a potent threat to our civilization.' I have quoted his words many times, "They were going to finish our culture around the globe." It is because both things i.e. light and darkness, water and fire, Islam and Kufr cannot exist together. It was a small state created in the Name of **Allah**, signifying a revival of Khilafat and was founded on the principles of Quran and Sunnah. One of our diplomats told me that he was sitting with the governor of Herat when a person came to see him. Their rulers and ministers were not like ours; they were like ordinary people in simple dress and everyone could meet them easily. This visitor had once been a class fellow of the governor, who ordered a cup of green tea and asked him the purpose of his visit. The visitor said, "Such and such a person has been sentenced to death by the court. His mercy appeal has been sent to you. I have come to request you for a favourable consideration." The governor replied, "Relax and sip your cup of tea. This is a small matter, certainly not big enough to bring you here in person." After tea, the governor ordered his office assistant to bring the relevant file and the holy Quran. He brought both. The governor said, "My brother, I don't expect you to advise me to act against this Book. Here is his file alongwith the evidence and here is the Book of **Allah**. Decide his case yourself according to the Book." The visitor replied,

that they would be rewarded with **Allah**'s Mercy. **Allah**'s Jannah, with innumerable blessings, would be their abode, where they would dwell forever; and there are even greater rewards with **Allah**. But remember, O believers, keep no relationship with your fathers or brothers, who prefer Kufr to Iman.

The first relationship is this world is with the father. As soon as a person comes of age, he regards his father to be the best person in the world and expects greatest love from him. Then is the brother, whom he trusts the most. All other relationships follow. **Allah** has mentioned these two relationships as the basis; even if your real fathers or brothers prefer Kufr to Iman, don't keep any friendship with them. Anyone of you, who keeps friendship with such people, will be a wrongdoer in **Allah**'s view. You can see how strongly the holy Quran has forbidden friendship with a non-believer, under this principle. The religious scholars explain, that this principle does not command us to wage a war against all non-believers in the world. It implies that relationship and trade with a non-believer are permitted, so long as they don't affect a Muslim's adherence to Islam. It is a simple principle: relationship with a non-believer, that affects adherence to Islam, is not permitted; relationship as a human being is permitted as long as it doesn't influence Islamic laws and principles. If a non-believer is sick, a Muslim may cure him; if he is hungry or thirsty, a Muslim should feed him; if he is in need, he should be helped; similarly, if he requires justices, he should be facilitated to obtain justice. But, this relationship should not extend to a limit where it starts influencing Islamic principles. Individually, there may be innumerable Muslims who don't like such relationship, but can we quote the example of a single nation or Gov't in the whole Islamic world that hasn't adopted the non-Islamic economic system or whose economy is interest free? No doubt, there are innumerable Muslim hearts ripped with pain, innumerable lips murmuring prayers and innumerable hands raised in supplication, but we should never forget that there is a definite decorum, manner and etiquette for supplication. Almighty **Allah** has said, *When My slaves ask you where **I** am, tell them **I** am near.* **I** am the nearest to him, **I** am nearer to him than his own self; he is not as near to himself, as **I** am to him; he doesn't know himself as much, as **I** know him; each cell of his body is under My control; he is not with himself, as much as **I** am with him! And tell him this also: ***I** accept the prayer of the prayerer, when he prays to **Me**.* If that be it, then, where are our prayers going to? Further, **He** said, there is, however, a small principle for acceptance of the prayer: *you should also accept what **I** say.* If you, helpless and worthless creatures, don't accept what **I** say, how do you expect **Me** to accept what you pray for; what can be the worth of your prayers? *Believe **Me** and obey **Me***! In actual fact, Islam is not a set of mere beliefs; it is a complete code of life. Religious scholars of very high eminence, including leaders of Tafsir, Hadith and Fiqh maintain that Faith is represented by deeds. Imam Bukhari strongly asserts that Faith signifies deeds and not mere proclamation. Imam Abu Hanifah maintains that proclamation of Faith is also an act, therefore the person should be considered a believer, but even he doesn't disagree that Faith signifies deeds. He elaborates that when a person says, 'I believe', his claim is also an act; now, the truth of every claim is established by the credibility of its witnesses; if the witnesses are false, the claim stands disproved. The claim is 'I

... areas, cattle breeding regions are with Muslims. Similarly, most of the warm water harbours, maximum oil reserves, mineral resources including coal, gold and precious stones are mostly with Muslims. Majority of life resources belong to Muslims, but they are living on the charity of non-Muslims. These resources are under the control of multinational companies, who grant their leftover to Muslims.

It is a law of nature that, **Allah** does not change the condition of any nation unless they try to change themselves. Now, what should be our condition, we who proclaim Islam, but practically side with Kufr? Results are always associated with actions and not with claims. A person who takes poison but prays for long life will doubtlessly meet his fate. The natural effect of his action is death and the ultimate result would be linked with his action and not with his prayers. Nature has its own laws that our wishes cannot change. The holy Quran has stated a simple principle: *those who believed and migrated and strove in the Cause of **Allah** with their lives and property*...What is the definition of a Muslim: the one, who receives the light of Faith and migrates. Although migration means leaving the homeland, and signifies the migration of the Companions from Makkah to Madinah, but its meaning is not limited to land migration only; it also denotes migration of character. A person departs from his present thought and conduct, and devotes his total effort in the Cause of **Allah**. His every act becomes Jihad in **Allah**'s way, because he endeavours to establish **Allah**'s Law on Allah's land. He seeks justice for **Allah**'s creation and strives with his life and wealth to establish peace and justice on earth; and it is only **Allah**'s Law that can guarantee justice.

Remember, if two principles are made separately with different parameters and it is claimed that both provide equal justice, no wise person would ever believe. How can two principles with different basis, different modalities and different results provide justice at the same time? One of them would be right while the other would certainly be wrong. **Allah** has granted us the light of Faith, but we don't adopt Islamic principles in life and instead follow the doctrines of non-Muslims. We may not denounce Islam verbally, but aren't we denying it practically? What kind of Muslims are we? We offer Salah, recite the holy Book, observe Saum, perform Hajj, give Zakat, but our economic system is un-Islamic, our political system is un-Islamic, our judicial system and even law of evidence is un-Islamic; infact not even a single system of our practical life is governed by Islamic principles. Do we consider Islam to be a set of worships only? While, the place of worship in Islam is as much that, it develops, in a man, the strength to abide by the religion. As I have already stated, Salah develops in a person the strength to abstain from evil and immorality, and to adopt virtue; that is, Salah cleans the innerself, the heart and the conscience. A man stands before **Allah** five times a day, saying '**Allah**-o Akbar' he cuts himself form the whole world and submits his requests before **Allah**; performs 'Ruku' (bending) and 'Sujood' (prostration), and promises with Allah *We worship only You and seek Your help only*. But, by the time, he leaves his prayer-mat he has already forgotten everything. And for those who remain loyal to their promise with the Lord of the worlds, it is said: *They rank high with their Lord and they are the ones who are*

We do pray, but nowhere in any of the fifty six Islamic states does Islam really exist. The holy Quran is recited everywhere, but nobody acts on it. The Salah are offered but they don't bring any change. The holy Quran mentions that Salah prevents a person from lewdness and evil. We see that our mosques are full of innumerable people offering Salah. But is our Salah reforming us? Do we abstain from lewdness and evil after offering Salah? This is the immediate effect that we should have felt. Du'a is like a fruit. First, it is the tree trunk that grows followed by branches; then leaves sprout, flowers blossom, and finally the fruit appears. Du'a is like a fruit of worship. It is mentioned in the Hadith that Du'a is the core and kernel of worship. The first effect of Sajdah (prostration) in the mosque is complete reformation. When the person goes out of the mosque, he should be a different man, bearing better conduct and speech. Explaining the effect of five times Salah, the holy Prophet-SAWS said that it is like bathing five times a day in the canal flowing through the courtyard of one's house. 'Can the body still remain dirty?' 'Nay, O **Allah**'s Messenger!' 'Similarly,' he SAWS said, 'the five times Salah cleans the innerself.'

Hajj, as an obligatory worship, is to be performed only once in life, even by those who are wealthy and possess abundant resources. In the medication system, there is a medicine known as the life saving drug. It is the last medicine to save life and restore health. If this also fails, the patient is sure to die. Hajj is a similar medicine prescribed by Almighty **Allah**. Anyone who performs Hajj once, does not need to perform it again for the rest of his life. The holy Prophet-SAWS said that anyone who performs Hajj is purified from all sins, just like a newly-born. Now, what is the criterion to judge the acceptance of repentance and purification from sins? It is a simple thumb rule; the person, whose sins have been forgiven and his repentance accepted by Almighty **Allah**, will start hating vice and loving virtue. His life would undergo a change; he would adopt the course of righteousness and would avoid evil. If, by virtue of human nature, he commits a mistake, he would lament for hours and finally repent before Almighty **Allah**. Of course, he would never become an angel; would remain a human being but the love for virtue would dominate his personality and he would develop hatred for sins. A total of four and a half million Muslims have performed Hajj, this year. That is half a crore; but can we quote how many of them improved and became better on return? The holy Prophet-SAWS was asked about the remedy of anger. He replied that, in the event of uncontrollable anger, one should perform Wudhu; it would calm him and soothe his overwhelming fury. But, we offer prayers and that does not change us; we perform Hajj and that doesn't affect us either. Practical lives of Muslims suggest that, may God not, Islam has become impracticable during the present time. This is the logic used by non-Muslims: there are so many Muslim states, but Islam is not the law of a single one of them; if Islam was practicable during the present time, why don't Muslims practise it themselves? When we adopt the ways of non-Muslims in our politics, economics, governance and ethics, we would have to face the consequences also. If a person starts eating rotten fruit, the effect on his health is obvious. Similar is the outcome of adopting the ways of non-Muslims. According to my guess, eighty percent of global natural resources are with the Muslims. Western intellectuals place this estimate at forty-seven percent; their maligned interests inhibit them from disclosing to Muslims

Islam in Practical Life

Translated Speech of

His Eminence Ameer Muhammad Akram Awan

Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah

Dar ul-Irfan, Munara

4th April 2003

With the Name of **Allah**, the Beneficent, the Merciful

The whole universe is in the Hands of Almighty **Allah**. **He** is the Absolute Sovereign. **He** grants kingdom or takes it away from whoso **He** wills. **He** may honour or abase anyone **He** wills. **He** has **His** own law and system. We all feel generally grieved at the deplorable condition of Muslims, and cry and pray to **Allah** to have mercy on them, because Kufr has pounced upon them like a hungry wolf, everywhere on the globe. But why don't our grief, pain and prayers evoke any Divine response? Have we ever bothered to reflect, where the prayers of the whole lot of us that cry before **Allah** with sincerity and humility, finally get lost? No doubt this is a world of 'cause and effect' and there is always some cause for every event, but this is equally true that Du'a (supplication, prayer) is the most effective of all causes. When Prophet Ibrahim-AS was cast in fire, the burning logs turned into green trees, and the fire, instead of burning him, turned into a beautiful garden for him. However, in his case, there was none else to pray for him; all others were either burners or spectators. Then why did this happen?

It is mentioned in the Ahadith quoted by learned scholars with reference to this incident that the Archangel Jibril, on behalf of all angles, submitted in the Divine Presence, 'O **Allah**! Your friend, all alone at this moment, is being cast into fire by a power, which despite being a creature claims divinity for itself. The inferno extends for miles together. Please allow us, the angels, to help and save him.' **Allah** replied, 'Ask Ibrahim. If he agrees, do help him.' The Archangel went to Prophet Ibrahim-AS and explained the matter to him. He said, 'Jibril! Is **Allah** seeing everything personally?' Jibril-AS replied, 'Of course, and **He** can do anything **He** likes.' Prophet Ibrahim-AS said, 'Then why do I need you? I am **His** slave; fire is also **His** creation and **He** is seeing everything **Himself**, then what is the need for anyone else to interfere?' The fact that, he was totally attentive towards **Allah**; his life, death, profit and loss were all devoted for **Allah**, transformed the roaring fire into a lush green garden.

علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج اقبال کے شاہینوں کا مسکن
راولپنڈی بورڈ اور پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے الحاق سے مسلسل
دس سال راولپنڈی بورڈ سے پوزیشن لینے والا واحد ادارہ
صقارہ
سائنس کالج
ہاسٹل کی سہولت موجود ہے
پری کیڈٹ تا ایف ایس سی (پری میڈیکل، پری انجینئرنگ)
داخلہ ایف ایس سی پارٹ ا
پری کیڈٹ اور آٹھویں جماعت
داخلہ جاری ہے
طلباء کی کردار سازی کے ساتھ ساتھ چار گھنٹے رات ساڑھے دس بجے تک قابل اساتذہ کی نگرانی میں کوچنگ کا اہتمام
ہاسٹل کی سہولت بہترین موسم (صحت افزا مقام) شاندار مستقبل کیلئے نادر موقع
پرنسپل لیفٹیننٹ کرنل (ر) تنویر الرحمٰن مزید معلومات کیلئے براہ راست رابطہ کریں
0543-562222
صقارہ سائنس کالج دار العرفان منارہ ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال فون نمبر 562200
For Feed back: siqariah@siqarahedu.com, principal@siqarahedu.com, viceprincipal@siqarahedu.com
Visit at: www.siqarahedu.com